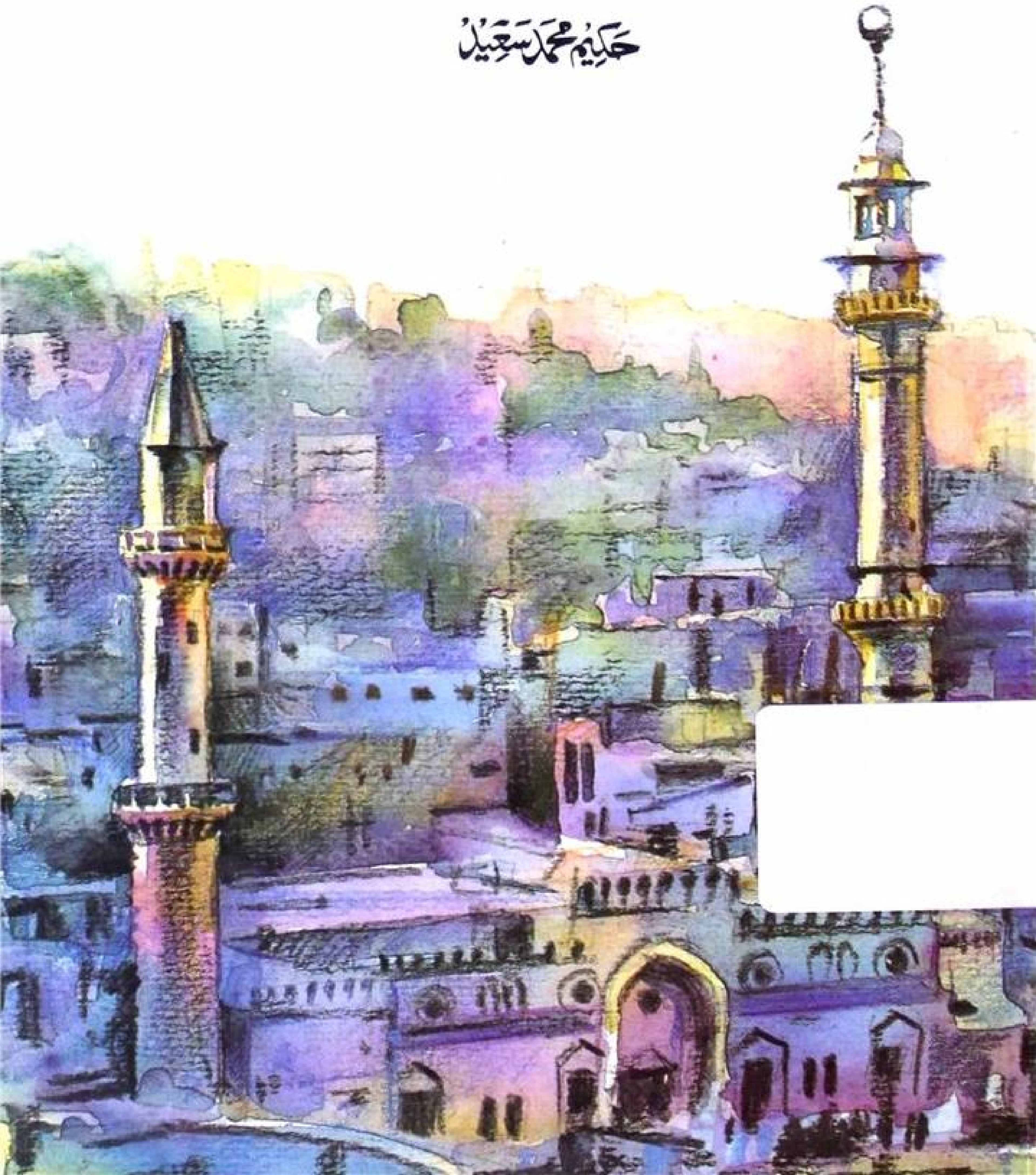
سعید سیاح عمان میں

حکیم محمد سعید



نونہال ادب ـ علم و ادب کے میدان میں ہمدرد کی نہایت پُرخلوص خدمت

سعید سیاح عمان میں

حکیم محمد سعید

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

ناشر : ہمدرد فاؤنڈیشن پریس

طابع : ماس پرنٹرز

اشاعت : ۱۹۹۳

تعداد اشاعت : ۲۰۰۰

قیمت : ۲۵ ر رُپے

نونہال ادب کی کتابیں "نہ نفع، نہ نقصان" کی بنیاد پر شائع کی جاتی ہیں۔

پیش لفظ

نونہالوں کے لیے محترم جناب حکیم محمد سعید کا یہ اُنیسواں سفرنامہ ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ خصوصاً نونہالوں کے لیے کسی نے بھی اس سے پہلے سفرنامے نہیں لکھے۔ دوسری بات یہ کہ جتنے سفرنامے محترم حکیم صاحب نے اب تک لکھے ہیں اور شائع ہوئے ہیں اتنے شاید ہی کسی نے اس سے پہلے کبھی لکھے ہوں۔ جناب حکیم صاحب کو اب ایک مستند سیّاح کا مرتبہ حاصل ہے اور انھیں دورِ جدید کا ابنِ بطوطہ کہنا قطعی درست ہے۔

حکیم صاحب سیاحت کے دل دادہ ہیں، سفر کرنا اُن کا معمول بن گیا ہے لیکن وہ تفریح اور آب و ہوا کی تبدیلی کے لیے سفر نہیں کرتے۔ اُن کا سفر کسی اہم مقصد کے لیے ہوتا ہے۔ وہ سیاحت کو علم حاصل کرنے کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں اور اسی طرح ان کے سفرناموں میں اور خاص طور پر اُن

سفرناموں میں جو وہ نونہالوں کے لیے لکھ رہے ہیں، زیادہ زور علم پر ہوتا ہے۔ یوں تو وہ جہاں بھی جاتے ہیں اُن کی خواہش ہوتی ہے کہ اس مُلک کے حال کے ساتھ اُس کے ماضی، اُس کی تاریخ اور تمدن سے بھی نونہالوں کو روشناس کرادیں، لیکن جب وہ کسی اسلامی ملک میں جاتے ہیں تو اُن کی یہ خواہش اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ "سعید سیّاح عمّان میں" میں اُن کی اس خواہش کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔ عمان میں انھوں نے مسجدِ حسین دیکھی تو ایک دو جملوں میں اس کا ذکر کر کے آگے نہیں بڑھ گئے بلکہ اس کا پورا نقشہ کھینچ دیا اور اس کی تاریخ بتا دی۔ اس قِسم کی معلومات نونہالوں کو سعید سیّاح کے سفرناموں کے علاوہ اور کہاں مِل سکتی ہیں۔

رفیع الزماں زبیری

فہرست

پہلا باب

دوسرا باب

تیسرا باب

چوتھا باب

بسم اللہ الرحمان الرحیم

پہلا باب

۱۲ر جولائی ۱۹۹۳ء

کراچی۔ ابو ظبی۔ عمان

آج صبح کی دعا

نونہالو! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صبح آج تین بجے تیار ہوکر جائے نماز پر آگیا تھا۔ شبِ گزشتہ میں تار تار تھا۔ ہوا یہ کہ کل صبح ۵ بجے سے مطب کا جو آغاز ہوا تو شام کے سوا چار بجے تک مریضوں کی خدمت کرتا رہا اور ذرا نہ تھکا۔ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر یہ بڑا کرم ہے کہ میں دس دس بارہ گھنٹے پورے تسلسل کے ساتھ مریضوں کی خدمت کرتا رہتا ہوں اور دورانِ مطب ذرا بھی تکان محسوس نہیں ہوتی۔ کل بھی ایسا ہی ہوا۔ گھر آکر تیار ہوا اور فوراً نیپا روانہ ہوگیا۔ وہاں ہمدرد کی ایک تنظیم "جہاں دوست" کے زیرِاہتمام میرے مورخ دوست پروفیسر محمد اسلم صاحب کی کتاب "خفتگانِ خاکِ لاہور" کی تعارفی تقریب میں شرکت کی۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر ریاض الاسلام نے صدارت فرمائی۔ مہمانِ خصوصی جناب ڈاکٹر احمد نبی خاں صاحب تھے، ماہر آثارِ قدیمہ اور جناب محترم پروفیسر اسلم فرخی اور جناب پروفیسر شجاع زیبا نے اظہارِ خیال فرمایا۔ میرے رفیق مسعود احمد برکاتی نے تعارف کرایا۔ میں نے چند باتیں کیں۔ مجلس رات ساڑھے سات بجے تک برپا رہی۔ گھر

آیا تو شکاگو کی اپنی تقریر پر غور کیا۔ محترمہ خانم ڈسلوا نے اس کے نوک پلک درست کیے ہیں۔ اس کے بعد میری بیٹی سعدیہ فائل لے کر آگئیں۔ غرض سوا آٹھ بج گئے۔ اپنی میز پر آیا کہ چند فائل دیکھ لوں کہ محترمہ بڑی بہن (عمر ۹۰ سال) کا حکم آیا۔ کھانا تیار ہے۔ میرا تو آج روزہ تھا۔ بھوک شباب پر تھی۔ کھانے پر آگیا۔ اب اپنے حال پر غور کیا تو میں تار تار ہوچکا تھا۔ تھکن غالب اور مزاج برہم! عافیت اسی میں محسوس کی کہ عشا کے فرض ادا کرکے سوجاؤں۔ ایسا ہی کیا۔ پھر پونے تین بجے کی خبر لایا۔

خواب میں یونی ورسٹی

نونہالو! رات خواب میں بیت الحکمت میں کلاس رومز تیار کراتا رہا تاکہ ہمدرد یونی ورسٹی میں اعلا تعلیم کا آغاز فوراً ہوجائے۔ بہت جلدی میں تھا۔ میرے رفیق سہیل صاحب ساتھ تھے۔ ان کو ضروری ہدایات دیتا رہا۔ تحت الشعور میں یہ ہے کہ بیت الحکمت میں ڈاکٹریٹ کی تعلیم کا آغاز ہوجائے۔ محترمی جناب جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمان صاحب تک بات پہنچائی ہے کہ وہ ازراہ کرم بیت الحکمت میں تشریف لے آئیں اور اسلامیات میں نوجوانوں کو اعلا تعلیم دینے کے سارے انتظامات ہاتھ میں لے لیں۔ ابھی اُن کا کوئی جواب نہیں آیا ہے مگر خواب میں تعلیم کے انتظامات میں نے شروع کردیے ہیں!

نونہالو! بات صبح کی دعا کی کررہا تھا۔ تہجد کی نماز کے بعد دعا یہ کی:

——— اللہ تعالیٰ! اپنے فضل و کرم سے مجھے مرتبۂ علمی، مرتبۂ عالمی اور مرتبۂ عالی عطا فرمادیجیے ——— اور مجھے ہم چشموں میں بلند فرمایئے۔ مجھے

صراط مستقیم دکھادیجیے اور اس پر چلادیجیے۔

عمان ر اردن کا سفر

نونہالو! ہوائی جہاز میں بذریعہ کمپیوٹر ہر نقشہ سامنے ہے:

انتالیس ہزار فیٹ بلندی پر جہاز ہے۔ ۷۹۰ میل کی فی گھنٹہ کی رفتار ہے۔ باہر درجہ حرارت ۴۸ سنٹی گریڈ ہے۔

نقشے

جہاز طیران الخلیج ر گلف ائر ہے۔ شان دار جہاز ہے۔ فرسٹ کلاس میں نہایت شائستہ عملہ ہے۔ ایک انگریز خاتون' ایک بری خاتون' ایک فلی پینی خاتون' یہ تینوں فرسٹ کلاس میں خدمت پر مامور ہیں، مگر اس جہاز میں فرسٹ کلاس میں تنہا میں ہی ایک مسافر ہوں۔ ان کا خیال تھا کہ میں ناشتے پر دبا کر ہاتھ دوں گا۔ مگر میں نے کہا:

محترمہ! میں نہ کوفی پیتا ہوں نہ چائے۔ مجھے تو دو سلائس دے دیجیے اور ذرا سا آملیٹ۔ اور ایک گلاس سنگترے کا جوس اور بس۔ اس سے زیادہ ناشتے کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔

یہ تینوں دل میں ضرور مسکرائیں۔ ابھی ان کی مسکراہٹ جاری تھی کہ ایک عرب خاتون نے آکر پوچھا: جناب آپ آرام سے ہیں نا۔ آپ کو اور کچھ چاہیے؟ میں نے اکھٹا چاروں کا شکریہ ادا کردیا۔ میرا ناشتہ ۶ ر ۷ منٹ میں ختم ہوگیا۔ اس کے بعد میں نے اپنا بیگ کھولا' قلم نکالے کاغذ ٹیبل پر جمایا اور لکھنا شروع کردیا۔

ہاں' جو دعا مانگی تھی وہ اس طرح مقبول ہوئی کہ جب میں کراچی کے

ہوائی میدان پر آیا تو میرے رفیق جناب فیروز صاحب نے بتایا کہ طیران الخلیج نے میرے ٹکٹ کو فرسٹ کلاس کردیا ہے! یعنی ٹورسٹ، اکونومی کلاس کے پیسے لے کر مجھے ٹکٹ فرسٹ کلاس کا دیا ہے!

نونہالو! مجھے تو بڑی شرم آئی! پیسے دیے میں نے اکونومی کلاس کے، اور سفر ہوگا فرسٹ کلاس میں! شرم کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ اس سفر میں میرے ساتھ میرے محترم رفیق جناب ڈاکٹر انصار زاہد خاں بھی ہیں! ان کا ٹکٹ تو فرسٹ کلاس کا نہیں ہوا! اب بڑے شرم کی بات ہے کہ وہ اکونومی میں اور میں فرسٹ کلاس میں! بس مجھے ایک اچھائی ملی کہ میں فرسٹ کلاس میں آرام سے لکھنے لکھانے کا کام زیادہ کرلوں گا!

طیران الخلیج کا نہایت صاف ستھرا جہاز نہایت سبک رفتار سے اڑ رہا ہے۔ ایک گھنٹہ ۴۵ منٹ پرواز کرکے یہ ۱۰ بجے ابو ظہبی کے ہوائی میدان پر اتر جائے گا۔ اس وقت وہاں ۹ بجے ہوں گے۔ کراچی کا وقت ۱۰ بجے، ابو ظہبی کا وقت ۹ بجے۔ ایک گھنٹے کا فرق۔

وقت کا یہ فرق کیسے ہوتا ہے!

نونہالو! اب جیسے جیسے آگے بڑھتے رہیں گے وقت کا فرق بڑھتا رہے گا۔ مشرق سے مغرب میں داخل ہوں گے تو ایک گھنٹے کے بجائے ۶-۷ گھنٹے کا فرق ہوجائے گا۔ امریکا اور کنیڈا جائیں گے تو ۱۱-۱۲ گھنٹے کا فرق ہو جائے گا۔ کراچی میں دن اور امریکا میں رات۔ آؤ، میں تم کو بتاتا ہوں کہ وقت کا فرق کیسے ہوتا ہے!

تم جانتے کہ زمین اپنے محور پر مغرب سے مشرق کو یکساں رفتار سے

پھرتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو مقام ہم سے مشرق کی طرف واقع ہیں وہ ہم سے پہلے آفتاب کی روشنی میں آتے ہیں اور جو مقام ہم سے مغرب کی طرف ہیں ان پر ہمارے بعد آفتاب طلوع ہوتا ہے۔

چونکہ آفتاب کے سامنے سے ۲۴ گھنٹے میں ۳۶۰ درجے گزر جاتے ہیں۔ اس لیے ایک گھنٹے میں ۳۶۰ ÷ ۲۴ یعنی ۱۵ درجے گزرتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ ۴ منٹ میں ایک درجہ گزرتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر دو مقاموں کے طول بلد میں ایک درجے کا فرق ہو تو ان کے وقتوں میں ۴ منٹ کا فرق ہوگا۔

چونکہ گرینچ سے لاہور ۷۵ درجے مشرق کو ہے۔ اس لیے جب گرینچ میں دوپہر ہوتی ہے تو لاہور میں شام کے پانچ بجتے ہیں۔ نیویارک کا طول بلد ۷۵ درجے مغرب کو ہے اس لیے جب گرینچ میں دوپہر ہوتی ہے اس وقت نیویارک میں صبح کے ۱۲ منفی ۵ یعنی ۷ بجتے ہیں۔

اگر کسی مقام کا طول بلد معلوم ہو تو ہم اس مقام اور گرینچ کے وقت میں فرق دریافت کرسکتے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ اگر کسی مقام اور گرینچ کے وقت میں فرق معلوم ہو تو اس مقام کا طول بلد دریافت ہوسکتا ہے۔ مثلاً کلکتے کا وقت گرینچ کے وقت سے ۵ گھنٹے ۵۳ منٹ آگے ہے چونکہ دونوں شہروں کے وقت میں ۳۵۴ منٹ کا فرق ہے اور ۴ منٹ ایک درجے کے برابر ہے اس لیے کلکتے کا طول بلد $\frac{۳۵۴}{۴}$ یعنی °۸۸ ½ درجے مشرق کو ہے۔

مطار ابو ظبی

یعنی ابو ظبی ائرپورٹ ۔ نونہالو! دنیا کے اچھے ہوائی میدانوں میں یہ ایک اچھا ہوائی میدان ہے۔ میں تو کئی بار' بلکہ بارہا آیا گیا ہوں' مگر میرے دوست ڈاکٹر انصار زاہد خاں صاحب کے لیے یہاں آنے کا پہلا اتفاق ہے۔

جیسے ہی طیران الخلیج کا جہاز ابو ظبی مطار پر رکا اور جہاز کا دروازہ کھلا ایک مغربی لباس میں ملبوس خاتون نے استقبال کیا۔ سوال : جناب حکیم صاحب! میں نے کہا' الحکیم محمد سعید! خاتون عربی جانتی تھیں ـــ فوراً انھوں نے اصلاح کرلی۔ آپ حکیم ہیں! نونہالو! یہاں ایک نکتہ ہے۔ تم بھی غور کرلو۔ عربی زبان میں اگر صرف "حکیم" لکھیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حکیم میرا نام ہے۔ لیکن اگر الحکیم "ال" لگاکر لکھیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ میرا عہدہ یا ٹائٹل ہے۔

وہ خاتون اب ہمیں پورے احترامات کے ساتھ کمرۂ خاص امراء (وی آئی پی) میں لے گئیں۔ بڑا شاندار کمرہ۔ ہر صوفے کے سامنے ایک ٹیلے فون۔ کھانے پینے کے لیے ہر چیز افراط سے۔ خود نوش جاں کرلیجیے یا طلب کرلیجیے۔ کوفی چائے' مشروبات ہیں' کیک پیسٹری ہے۔ وغیرہ۔

ڈاکٹر انصار زاہد خاں صاحب اور میں نے جہاز میں ناشتہ کرلیا تھا۔ شاندار تھا۔ اس لیے وی آئی پی روم کے لوازمات سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اب میرا پیٹ متھرا کے چوبوں کا تو ہے نہیں کہ جو سامنے آئے داخل شکم! میں تو ویسے بھی کھانے پینے کے معاملے میں بڑا محتاط ہوں!

اب متھرا کے چوبوں کا ذکر آیا ہے تو پھر نونہالو! ان کی بات بھی ہوجائے۔ یہ لوگ زبردست پیٹو ہوتے ہیں۔ کھانے کامقابلہ کرنا ان کا پیشہ

ہے۔ زبردست مقابلوں میں متھرا کے چوبے کئی کئی سیر مٹھائی کھا جاتے ہیں اور ذرا بھی ڈکار نہیں لیتے!

ایک نہایت دل چسپ واقعہ یاد آگیا۔ متھرا (انڈیا) کے چوبے مٹھائیاں کھانے کا سخت مقابلہ کرکے جب اپنے گھر آتے ہیں تو پیدل نہیں آتے! چارپائیوں پر لیٹ کر آتے ہیں! اس طرح لوگ ان کو گھر پہنچا دیتے ہیں۔ ایک گھر میں ایک لڑکی بیاہ کر آئی۔ یہ بھی چوبے کا گھر تھا۔ معلوم ہوا کہ خسر صاحب مٹھائی کھانے کا مقابلہ کرنے جا رہے ہیں۔ مگر چارپائی نہیں جا رہی ہے۔ نونہالو! اس بہو نے تو سر پیٹ لیا! شور مچایا۔ ہائے میں کس گھر میں بیاہ کر آگئی۔ یہ گھر تو کم ہمتوں کا گھر لگتا ہے۔ لڑکی نے رو رو کر گھر سر پر اٹھا لیا! لوگ جمع ہو گئے۔ پوچھا: نیک بخت کیا ہوا ہے تجھے؟ بڑی مشکل سے دلہن نے جواب دیا! یہ کیسا گھر ہے کہ سسر مٹھائی کھانے کا مقابلہ کرنے چارپائی کے بغیر گئے ہیں۔ میرے ابا تو جب مقابلے کے لیے جاتے ہیں تو ان کی چارپائی ساتھ جاتی ہے! اور وہ چارپائی پر پڑ کر آتے ہیں!

لو بھئی بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی! ذرا دیر تو جناب ڈاکٹر انصار زاہد خاں صاحب سے باتیں کرتا رہا۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ ڈاکٹر صاحب تو اس ائرپورٹ پر نئے نئے آئے ہیں۔ ان کو اگر سیر نہ کرائی تو کوتاہی ہوگی۔ میں نے کہا: آئیے ڈاکٹر صاحب ذرا ائرپورٹ کی سیر کر لیں۔

نونہالو! یہ ائرپورٹ فرانس کے ماہروں نے تعمیر کیا ہے۔ یہ ائرپورٹ کیا ہے ایک درخت ہے! درخت کی جڑ میں شاپنگ سنٹر ہے اور درخت کا تنا اوپر جا کر پھیل گیا ہے۔ سایہ دار درخت بن گیا ہے۔ اس سائے کے نیچے

انتظار کا بہت بڑا ہال ہے جس میں ہزاروں صوفے پڑے ہیں! سبحان اللہ۔

ہوائی میدان کے شاپنگ سنٹر میں ایک ایک دکان میں کروڑوں اربوں کے مال رکھے ہیں۔ "الساعۃ" (وقت) ایک گھڑیوں کی دکان ہے۔ ہزار ہا گھڑیاں ہیں۔ ایک ایک گھڑی لاکھ لاکھ ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ کی ہے' بلکہ اس سے بھی زیادہ کی۔ پھر یہاں زیورات بھی ہیں۔ ۱۸ کیرٹ گولڈ۔ ۲۴ کیرٹ گولڈ۔ ایک ایک ہار ہزار ہا دینار کا۔ لکھو لکھا رُپوں کا۔

نونہالو! یہ ایک دکان کا حال ہے۔ سینکڑوں ایسی دکانیں ہیں۔ ایک دکان پر دیکھا تو وہاں خوشبوئیں ہی خوش بوئیں ہیں! ایک ایک شیشی سو سو ڈالر کی بلکہ زیادہ کی۔

اپنا ایک واقعہ یاد آگیا

میں نے ڈاکٹر انصار زاہد خاں صاحب کو یہاں اپنا ایک واقعہ سنایا۔ میں جرمنی کے فرینکفرٹ ایرپورٹ پر تھا۔ بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ سعدیہ بیٹی کے لیے کچھ لینا چاہیے۔ سامنے ہی ایک خوش بوؤں کی دکان تھی۔ وہاں چلا گیا۔ میں نہایت اناڑی آدمی۔ خوش بوؤں کے نام تک یاد نہیں۔ ہاں "پائزن" ایک خوش بو کا نام تھا! میں نے کہا کہ: ایک شیشی "پائزن" دے دیجیے۔

نونہالو! "پائزن" کا مطلب ہے زہر! اگر میں خوش بو کی دکان کے علاوہ کسی دکان پر جا کر کہتا: ایک شیشی پائزن دے دیجیے تو دکان دار مجھے اوپر سے نیچے دیکھ کر کہتا: آپ تو اچھے خاصے شریف آدمی لگتے ہیں۔ زہر کھا کر خودکشی کا ارادہ کس طور کیا ہے!

خیر جناب، فرینکفرٹ کی خاتون نے شیشی نکالی۔ فوراً مشین پر انگلیاں ماریں۔ بل کھٹاک سے کمپیوٹر نے تیار کر دیا۔ میں نے ایک سو ڈالر کا نوٹ دیا۔ خاتون نے جھٹ نوٹ اپنے قبضے میں کرلیا اور مزید ہاتھ پھیلایا کہا: تین ڈالرز! میں حیران ہوا۔ میرا خیال تھا کہ دس ڈالر لے کر خاتون مجھے نوے ڈالر واپس کریں گی۔ یہاں تو لینے کے دینے پڑ گئے۔ دس ڈالر اور دینے پڑے۔ یعنی زہر (پائزن خوش بو) کی شیشی ایک سو دس ڈالر کی ملی۔

نونہالو! میرے تو پیروں کے تلے سے زمین نکل گئی! دل چاہا کہ پوری شیشی پی ڈالوں! مگر میں ایسا حرام کام کیسے کر سکتا تھا! شیشی نہایت احتیاط سے ہاتھ میں لی۔ اسے بڑی توجہ سے بیگ میں رکھا۔ کراچی آکر سعدیہ بیٹی کو دی۔ بل ساتھ دے دیا۔ بیٹی بھی حیران ہوئیں۔ نونہالو! بالکل سچ ہے کہ وہ شیشی آج تک محفوظ رکھی ہے! یہ پانچ چھے سال پہلے کی بات ہے۔ اب تو یہ شیشی تین سو ڈالر کی ہو چکی ہوگی۔ ابھی میں ذرا چند سال انتظار کر کے جب یہ پانچ سو ڈالر کی ہو جائے گی تو اسے کسی دولت مند کے ہاتھ فروخت کروں گا۔ زبردست منافع ہوگا! کہتے ہیں، اور سچ ہے کہ بعض عجیب لوگ نہانے کے ٹب میں پوری شیشی الٹ دیتے ہیں اور اس زہر سے نہاتے ہیں!

دوسرے ہوائی جہاز میں

نونہالو! دو گھنٹے ابو ظہبی ٹھیر کر طیران الخلیج کے دوسرے جہاز میں اس عرب خاتون نے ہمیں سوار کرا دیا۔ بڑے ٹھاٹھ کا جہاز ہے۔ اس جہاز کا اکثر عملہ غیر عرب ہے۔ گوری چمڑی کی خواتین زیادہ ہیں۔ انھوں نے استقبال کیا۔ مجھے فرسٹ کلاس میں بٹھایا۔ پوچھا: فرمائیے گرم تولیہ پیش کروں یا ٹھنڈا؟ میں

نے ہاتھ منہ پوچھنے کے لیے ٹھنڈا خوش بو دار تولیہ لے لیا اور خواہ مخواہ منہ ہاتھ صاف کیے۔ بھلا ابو ظہبی ائرپورٹ کے اندر خاک دھول کا کیا کام۔ وہ تو سخت ائرکنڈیشنڈ جگہ ہے!

ہاتھ دھونا چاہتا ہوں!

نونہالو! جب جہاز اڑ کر ہواؤں میں تیرنے لگا تو میں نے ارادہ کیا کہ ذرا مثانہ ہلکا کرلوں۔ ابو ظہبی ائرپورٹ پر پیشاب کرنا بھول گیا تھا۔ جب پیشاب آئے تو زیادہ روکنا نہیں چاہیے۔ اس سے مثانہ کم زور ہوجاتا ہے اور اس سے گردے مثانے میں پتھری پڑجاتی ہے!

نونہالو! یہ تو تم ضرور جانتے ہو کہ ہمارے گردے "داروغۂ صفائی" ہیں۔ یعنی پہلوؤں میں رکھے ہوئے دونوں گردے خون کو چھانتے رہتے ہیں اور غیر ضروری اجزا کو چھان پھٹک کر ایک باریک نالی (حلب ۔ Ureter) کے ذریعہ سے مثانے میں جمع کردیتے ہیں۔ گویا انسان کا مثانہ جو ناف کے قریب رکھا ہے وہ خراب مادوں اور گندے پانی کا "اسٹوریج ٹینک" ہے۔ گردے اپنا کام کرتے رہتے ہیں اور مثانے کو بھرتے رہتے ہیں۔ مثانہ جب بھرجاتا ہے تو ہمیں پیشاب لگتا ہے۔ یعنی بھرے مثانے کی تکلیف ہمیں اشارہ کرتی ہے کہ مثانہ ہلکا کردو۔ خالی کردو۔ ہم پیشاب کردیتے ہیں۔ اگر ہم پیشاب دیر تک روکیں گے تو ایک تو مثانے میں تکلیف ہوگی دوسرے گردے پریشان ہوں گے۔ مثانے میں جگہ نہیں ہے تو صاف کیا ہوا خراب مادہ اور پانی کہاں پہنچائیں۔ گردے تھک جاتے ہیں اور خراب مادے خود گردوں میں پھنس جاتے ہیں اور سخت ہوکر پتھری بن جاتے ہیں۔ اس لیے میں نے نونہالو! تم کو

مشورہ دیا کہ جب پیشاب محسوس ہو تو جلد کرلینا چاہیے۔

آؤ اب تہذیب کی بات کریں!

نونہالو! کم تعلیم یافتہ اور کم تہذیب یافتہ گھرانوں میں کہتے ہیں: پاخانہ کہاں ہے؟ وہاں جانا چاہتا ہوں۔ شائستہ گھرانوں میں نیچی آواز سے بیت الخلا کہا جاتا ہے۔ انگریزی زوروں پر ہو تو لیویٹری کہتے ہیں یا ٹوائیلٹ۔

میری تعلیم و تربیت ایک وقت میں ایک انگریز خاتون نے کی ہے۔ وہ عظیم خاتون پاکستانی فضائیہ (ائرفورس) کے پہلے کمانڈر اِن چیف ائرمارشل میک ڈونلڈ کی اہلیہ تھیں۔ انھوں نے مجھے تربیت دی کہ اگر پیشاب آرہا ہو اور کسی عورت سے کہنا ہو کہ میں پیشاب کرنا چاہتا ہوں تو نہایت شائستہ جملہ یہ ہے:

میڈم! آئی وانٹ ٹو واش مائی ہینڈس!

(خاتون محترم، میں اپنے ہاتھ دھونا چاہتا ہوں)

آج بھی ایسا ہی ہوا۔ جہاز کی انگریز خاتون سے میں نے کہا:

I want to wash my hands

اس خاتون نے اشارے سے لیویٹری کی طرف مجھے کردیا۔

لے ویٹری میں!

اب جو اس جہاز کے باتھ روم میں آیا تو نونہالو! یہاں تو دنیا ہی نرالی ہے! میں تو پیشاب کرنا بھول گیا۔ وہاں چیزوں کو دیکھتا رہا! خوش بوئیں کئی قسم کی۔ صابون، کاغذ کے تولیے کے بجائے باریک کپڑے کے تولیے۔ کپڑے کے تولیے بھی بکثرت۔ ٹشو پیپر کئی قسم کا۔ پانی کی ٹونٹی آٹومیٹک۔ ذرا سا ہاتھ لگایا

کہ گرم یا ٹھنڈا پانی جاری ہوگیا۔ شیو کرنے کے لیے سامان۔ دانت صاف کرنے کے لیے ٹوتھ پیسٹ اور برش۔ بال سنوارنے کے لیے کنگھا۔ سب کے لیے الگ الگ پیک شدہ۔ بھئی نہایت خوب صورت چیزیں۔ حق کے طور پر میں نے ایک ایک چیز اٹھائی اور باہر آگیا۔ انگریز خاتون نے مجھے دیکھ کر ایک ہلکی مسکراہٹ دی۔ دل میں کہا ہوگا! اچھا' سامان پسند آگیا!

جب میں اپنی نشست پر آکر بیٹھا تو خیال آیا۔ ارے' میں پیشاب کرنا تو بھول ہی گیا!

ظہرانہ ــــ لنچ

اس اثنا میں جہاز میں ظہرانہ یعنی لنچ شروع ہو چکا تھا! خاتون محترم نے میری "جہاز میز" پر دسترخوان بچھانا چاہا۔ میں نے کہا: میں کھانا نہیں کھاؤں گا! اسے بڑی حیرت ہوئی۔ مگر میرے ساتھ والے عرب نے پورا کھانا نوش جان کیا۔ میں نے بڑے غور سے مگر کن انکھیوں سے مطالعہ کیا۔

☆ سب سے پہلے دسترخوان بچھایا گیا۔

☆ چھریاں کانٹے چمچے لاکر لگائے گئے۔

☆ ایک پلیٹ میں سامنے مکھن آیا۔

☆ نمکن دان' مرچ دان سجایا گیا۔

☆ سلاد کی پیالی لاکر رکھی گئی۔ میں نے دیکھا تو میرے منھ میں ذرا سا پانی آگیا۔

☆ اپیی ٹائیزر لایا گیا۔ نونہالو! اپیی ٹائیزر کے معنی ہیں بھوک لگانے والا! بڑے انگریزی کھانوں میں یہ ضرور دیا جاتا ہے۔ اس میں اکثر

جھینگے وغیرہ ہوتے ہیں۔

☆ ایک بڑی پلیٹ لاکر میز پر جمائی گئی۔ اتنے میں دوسری خاتون نے پہیوں والی ٹرے لاکر کھڑی کردی۔ فرمایئے کیا پیش کروں!

☆ روسٹ، مرغ مسلم۔ مچھلی۔ بریانی۔ آلو کباب۔ سیخ کباب۔ قورما۔ پلاؤ۔ نان۔ ٹوسٹ۔ ڈنر رول۔ اسٹیک وغیرہ۔

☆ آخر میں ڈیزرٹ یعنی میٹھا۔ عمدہ زرد شیریں کیک۔ آئس کریم۔ بکلاوا۔ حلوا۔ لوزات۔ وغیرہ

☆ اور پھر کوفی ر چائے۔

نونہالو! تم نے دیکھا ہوائی جہاز میں سرد و گرم لنچ کے ٹھاٹھ! سوائے میرے سب ہی نے دبا کر ہاتھ دیا! ۴۔۵ نونہال بھی ہیں۔ خوب مزے اڑا رہے ہیں اور میں خوش ہو رہا ہوں۔

ایک میٹھی خبر!

ہوائی جہاز میں اخبار عمان ملا۔ میں نے غور سے پڑھا۔ ایک نہایت لذیذ و شیریں خبر یہ ہے کہ نئی دہلی میں آموں کی نمائش ہو رہی ہے۔ اس کا انتظام انڈیا کے محکمۂ سیاحت (ٹورزم) نے کیا ہے اس نمائش میں پانچ سو قسم کے آم ہیں۔ یہ ہندستان کی پیداوار ہیں۔ دل چسپ یہ ہے کہ اس نمائش میں دس دوسرے ملکوں کے آم بھی نمائش کے لیے آئے ہیں۔ ان دس ملکوں میں پاکستان کا نام نہیں ہے! ایک آم لکھنؤ میں عبداللہ فارم کا بھی رکھا ہے۔ اس کا نام "راجہ رام" رکھا گیا ہے۔ ایک آم کا وزن دو کیلو ہے!

جہاز میں پہیوں پر دکان

نونہالو! غیر ملکی سفروں میں ہوائی جہاز کمپنیاں منتخب سامان برائے فروخت رکھتی ہیں اور جب سفر قریب الختم (ختم کے قریب) ہوتا ہے تو ٹرالی پر دکان سب کے سامنے آجاتی ہے۔ جہاز کی جیبوں میں سامان کی تفصیل پہلے ہی موجود ہوتی ہے۔ اپنی پسند کا سامان کم داموں خرید سکتے ہیں: سگرٹ، سگار، خوش بوئیں۔ گھڑیاں۔ نک ٹائیاں۔ قلم، ہار سنگھار، کیمرے، سگرٹ لائٹرز، ہینڈ بیگ۔ ہوائی جہازوں کے ماڈلس وغیرہ۔

ایک اچھے قلم کی قیمت

میری نیت تھی کہ میں جرمنی کا بنایا ہوا فاؤنٹین پین "مونٹ بلانک" خریدوں گا۔ یہ میرا پسندیدہ قلم رہا ہے۔ ۱۹۵۶ء میں جب میں برلین (دارالحکومت جرمنی) میں تھا تو اس زمانے میں ایک قلم خریدا تھا۔ اس قلم کی خاص بات یہ ہے کہ یہ اردو بہت اچھی لکھتا ہے۔ یہ قلم کھو گیا تھا۔ اس کے بعد یہ ہوا کہ میں جو فاؤنٹین پین جیب میں رکھتا اسے کھو دیتا تھا۔ جب کئی قیمتی قلم کھو گئے تو میں نے فیصلہ کیا کہ اب میں بال پین سے کام نکالوں گا۔ اچھا بال پین تین چار روپے کا مل جاتا تھا۔ کوئی ایک سو صفحے لکھ کر ختم ہو جاتا، میں دوسرا خرید لیتا۔ اب یہ قلم بھی گراں ہو گئے۔ ایک بار رحیم پاشا نے بتایا کہ جو قلم آپ کو پسند آیا ہے اب وہ ۲۷ روپے کا ملتا ہے۔ میں تو حیران ہوا۔ میں نے فوراً فیصلہ کیا کہ اس کی خریداری بند کی جائے۔ اب پیانو بال پین سب سے سستا ہے۔ اس سے کام چلاؤں گا۔ نونہالو! بات یہ ہے کہ مجھے بہت زیادہ لکھنا ہوتا ہے۔ زور لگانا پڑتا ہے۔ اب خیال آیا کہ ایک بار پھر فاؤنٹین پین پر آجاؤں۔ کراچی میں پوچھا تو میرا پسندیدہ قلم مونٹ بلانک

ساڑھے سات ہزار رپے کا ہے۔ سوچا کہ کراچی والے تو لوٹ رہے ہیں۔ ہوائی میدان کے ڈیوٹی فری شاپ پر معلوم کیا تو سات ہزار رپے۔ دونوں جگہ کانوں پر ہاتھ دھرے۔ توبہ اللہ، قلم ہے یا سونا یا پلاٹینم!

آج طیران الخلیج میں یہ قلم مل گیا۔ دل خوش ہوگیا۔ اب قیمت معلوم کی تو دو سو پچپن امریکی ڈالر! یعنی پاکستان کے کم و بیش آٹھ ہزار رپے: یعنی ہوائی جہاز میں کراچی کے مقابلے میں ایک ہزار کے قریب زیادہ!

میرے داماد جناب راشد بیرسٹر کہہ رہے تھے کہ: اباجان نیا لائف لونگ پار کر آیا ہے۔ واہ واہ۔ قیمت تو آٹھ ہزار رپے ہے مگر کوئی جواب نہیں ہے اس کا! میں نے کہا: میاں اگر میں نے یہ قلم خرید لیا اور کسی نے پار کرلیا تو کیا ہوگا! اچھا ہے کہ تین رپے کے پیانو سے کام چلایا جائے۔ میں تو اب ساری عمر ایسے قلم نہیں خرید سکتا!

الصقر الذہبی

نونہالو! اب تو دنیا کی ہر ہوائی جہاز کمپنی اپنا ایک "فلائٹ میگزین" (جہاز میں پڑھنے کا رسالہ) نکالتی ہے۔ ایک سے ایک شان دار۔ ان میں نہایت اچھے مضامین بھی شائع ہوتے ہیں۔ ملک کے اصول درج ہوتے ہیں۔ طیران الخلیج بھی ایک رسالہ شائع کرتی ہے۔ اوپر عربی میں اس کا نام لکھا ہے۔ ذرا نونہال پڑھ کر بتائیں کیا لکھا ہے! اس کا انگریزی نام ہے Golden Falcon۔ لیجیے جناب میں نے اتا پتا دے دیا ہے۔ اب بتائیے عربی میں کیا لکھا ہے۔

نونہالو! خطاطی مسلمانوں کا ایک نہایت پسندیدہ مشغلہ رہا ہے۔ ہر دور میں اور ہر ملک میں ایک سے ایک بڑا خطاط (لکھنے والا) پیدا ہوا ہے اور اس نے خطاطی (لکھائی) کے اعلا سے اعلا نمونے تیار کیے ہیں اور اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ ان اعلا ترین نمونوں کی بڑی حفاظتیں کی گئی ہیں اور اس وقت بھی اسلامی ممالک، خصوصاً ترکی میں سینکڑوں سال قدیم خطاطی کے نمونے محفوظ ہیں۔ تم جانتے ہو کہ میری ایک عراقی بہن تھیں۔ ڈاکٹر سُہیلہ الجبوری۔ بغداد یونی ورسٹی میں پروفیسر۔ ڈاکٹر سُہیلہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے نئے زمانے تک خطاطی اور تحریرات کے نمونے جمع کرکے ایک کتاب شائع کی ہے۔ افسوس نونہالو! میری یہ بڑی پیاری بہن امریکی بمباری میں شہید ہوگئی ہیں۔ خطاطی پر اَن گِنت کتابیں چھپی ہیں۔ ان میں جو نمونے ہیں ان کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ ہاں مراکش اور تونس میں بھی اعلا نمونے محفوظ ہیں۔

خیر اب تم کو میں نے خطاطی کے بارے میں ذرا سا بتادیا ہے۔ اب تم نے ابو ظبی کی خطاطی کا نمونہ اوپر دیکھ لیا ہے۔ آؤ ایک بار پھر پڑھنے کی کوشش کرو۔ بھئی تم تو ہار گئے۔

یہ لکھا ہے : ال ص ق ر ال ذ ہ ب ی : الصقرالذہبی

عربی زبان میں الصقر کے معنی ہیں عقاب۔ الذہبی کے معنی سونے کا: سونے کا عقاب= گولڈن فیلکن۔

نونہالو! عمان غریب ملک اردن کا غریب دارالحکومت ہے۔ مگر یہاں کا ہر انسان اخلاق کی دولت سے مالا مال ہے۔ تہذیب و شرافت کی ثروت سے سرفراز ہے۔ انسانیت کی عظمت سے رفیع و بلند ہے۔

ہوائی جہاز سے باہر آیا تو ایک نہایت خوب صورت اور صاف ستھرے انسان نے آگے بڑھ کر ادب سے سوال کیا: حکیم محمد سعید؟ میں نے ہاں میں (اثبات میں) جواب دیا۔ دوسرا سوال تھا: دکتور انصار زاہد خان؟ میں نے کہا: وہ سامنے آرہے ہیں! اس شریف انسان نے نہایت احترام کے ساتھ ہم دونوں کو وی۔ آئی۔ پی روم میں لاکر بٹھادیا اور خود ہمارا سامان لینے چلے گئے۔ اندراجات کے لیے پاس پورٹ بھی لے گئے۔ مگر ذرا ہی دیر میں واپس آئے۔ اردن میں داخلے کے وقت اجازت کا کارڈ غلط ہوگیا۔ ہوائی جہاز نے جو کارڈ دیا تھا وہ اردنیوں کے لیے ہے۔ آپ غیر اردنی ہیں اس لیے یہ دوسرا کارڈ ذرا بھر دیجیے۔ ہم نے فوراً دوسرا کارڈ بھر دیا۔ مگر میں نے دل میں کہا: پاکستان کی بیٹی ولی عہد شہزادہ حسن کی زوجہ محترمہ ہیں۔ ہم غیر اردنی کیسے ہوئے جناب!

باہر آئے تو ایک شان دار موٹر کار کھڑی تھی اور اس کا شوفر بہ ظاہر فوجی۔ میں نے ڈرائیور کے برابر والی سیٹ سنبھال لی۔ ڈاکٹر انصار زاہد خاں اور میزبان پیچھے تشریف فرما ہوئے۔ ہوائی میدان سے ۲۵ کلومیٹر کا سفر شہر آنے پر ۳۰ منٹ میں طے ہوا۔ ہوٹل ریجنسی پیلس (Ragency Palace) یعنی ریجنسی پالاس آگئے۔ یہاں میرے لیے کمرہ ۱۶۰۳ سولھویں منزل پر مخصوص تھا۔ المجمع الملکی لبحوث الحضارۃ الاسلامیہ کے

سکریٹری جنرل جناب ڈاکٹر فاروق جرار صاحب نے ہمارا استقبال کیا۔ نہایت خوش مزاج انسان ہیں۔ نہایت مستعد انسان ہیں۔ نہایت مخلص انسان دوست، شرافت ماب۔ ان سے کئی سال سے واسطہ ہے۔ عظمت و رفعت کا ان کو دل دادہ پایا ہے۔

ڈاکٹر عبدالسلام مجالی

نونہالو! یہاں آج آتے ہی یہ ایک نہایت شان دار دل چسپ خبر ملی کہ ان دنوں اردن کے وزیر اعظم ڈاکٹر عبدالسلام مجالی ہیں! ان سے میری یاد اللہ بہت پرانی ہے۔ اس وقت کی کہ جب وہ جامعہ اردن (جورڈن یونی ورسٹی) کے وائس چانسلر تھے۔ پھر وہ وزیر تعلیم بنادیے گئے۔ مگر جیسا کہ مجھے معلوم ہے وزارت سے پریشان ہو کر وہ واپس جامعہ اردن آگئے تھے۔ ان کو وائس چانسلر بننا پسند تھا۔ ڈاکٹر عبدالسلام مجالی صاحب علم و حکمت ہیں۔ ایسا انسان کہ جو علم و حکمت کا قدر داں ہو اور خود عالم اور حکیم ہو اسے وزارت سے کوئی دل چسپی نہیں ہوتی۔ وائس چانسلر بن کر ڈاکٹر عبدالسلام مجالی بہت خوش تھے! آج معلوم ہوا کہ وہ اب وزیر اعظم اردن ہیں۔ نہ جانے کیا حادثہ پیش آیا ہے، اور کیا ضرورت پیش آئی ہے کہ ہز میجسٹی شاہ اردن جناب حسین بن طلال نے اپنی پسندیدہ شخصیت کو علم و حکمت کے مرتبے سے ہٹاکر وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز کردیا ہے!

خلیفۂ اسلام حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نونہالو! ریاست اسلامی مدینہ کے بلند مرتبہ اور ارفع مقام خلیفۂ اسلام حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک صاحب نے سوال فرمایا :

حضرت خلیفہ اسلام! آپ ریاست اسلامی کے سب سے اعلا مرتبے پر فائز ہیں۔ مگر کیا آپ کے دل میں اس سے بھی بلند مرتبہ کی کوئی تمنا اور اعلا مقام کی کوئی آرزو ہے؟

نونہالو! ذرا غور کرو کہ اسلام کے بلند مرتبہ خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا جواب دیا! ارشاد فرمایا:

ہاں آرزو ہے کہ معلم بن جاؤں اور تمنا ہے کہ استاد بن جاؤں!

اللہ اکبر۔ علم و حکمت کا کیا بلند مرتبہ و مقام ہے! خلیفۂ اسلام نے عالم، معلم اور استاد کو سب سے بلند مرتبہ عطا فرمادیا اور ساری دنیا کے لیے اور دنیا کے ہر حکم راں کے لیے ایک نہایت روشن مثال قائم کردی اور راہِ حق ان سب کو دکھادی! اور پھر یہ قولِ فیصل قرار پایا کہ جو معاشرہ علم کا قدر داں ہوتا ہے اور جو تہذیب و تمدن عالم سے محبت کرتا ہے وہ معاشرہ، وہ تہذیب اور وہ مملکت ضرور اور ضرور اعلا مقام حاصل کرتی ہے۔ دنیا میں ہر ملک جہاں علم اور عالم کی قدر ہے وہ بڑا ملک ہے۔

علم و عالم۔ عظمت اور رفعت

نونہالو! روس بھی ایک بڑا طاقت ور ملک تھا۔ آج بھی وہ ایک بڑا اور طاقت ور ملک ہے۔ روس کا سربراہ یعنی روس کا صدر جب اپنی موٹر کار میں روس کی سڑکوں سے گزرتا ہے تو وہاں کوئی ٹریفک جام نہیں ہوتا۔ صدر روس کے لیے ٹریفک کا کوئی نظام تبدیل نہیں کیا جاتا۔ جس طرح عام انسان کی موٹر کار سڑکوں سے گزرتی ہے روس کے صدر کی بھی موٹر کار اسی طرح گزرتی ہے۔ سرخ روشنی پر روس کے صدر کو بھی رکنا ہوتا ہے۔

مگر نونہالو! روس کی اکیڈمی اوف سائنس کا صدر جب اپنی موٹر کار میں روس کی سڑکوں سے گزرتا ہے تو اس کے احترام میں ٹریفک روک دیا جاتا ہے اور اکیڈمی اوف سائنس کا صدر آرام سے گزر جاتا ہے۔ ہر سرخ روشنی اس کے لیے سبز روشنی کردی جاتی ہے۔

علم اور عالم کی قدر نے روس کو دنیا کی سب سے بڑی سائنسی طاقت بنادیا۔

ملکہ برطانیہ انگلستان کی سب سے بڑی شخصیت ہیں۔ خود میں نے دیکھا ہے کہ ملکہ برطانیہ کی موٹر کار لندن کی سڑکوں سے اسی طرح گزرتی ہے جس طرح ایک عام شہری کی کار گزرتی ہے۔ مگر جب میں کیمبرج جاتا ہوں تو مجھے کہا جاتا ہے کہ کیمبرج یونی ورسٹی کے کواٹروں میں سائنس داں جولین ہکسلے کا کمرہ ان کے نزدیک نمبر ۱۰ ڈاؤننگ اسٹریٹ سے زیادہ عظیم ہے۔ نمبر ۱۰ ڈاؤننگ اسٹریٹ برطانیہ کے وزیراعظم کی سرکاری قیام گاہ اور سرکاری دفتر ہے!

نونہالو! مجھے بھی یہ فخر حاصل ہے کہ برطانوی سائنس داں ہکسلے سے میں ملا ہوں۔ برمنگھم کے لارڈ میئر نے ہکسلے کے احترام میں ایک تقریب منعقد کی تھی اور صدارت بھی کی تھی۔ سائنس داں ہکسلے نے وہاں لیکچر دیا تھا۔ میں وہاں موجود تھا!

تم نے دیکھا کہ سائنس داں کی قدر کس قدر ہے۔ وہ برطانیہ کے وزیراعظم سے اعلا سمجھا جاتا ہے۔

ایک شرمندگی

نونہالو! ۱۶۔۱۷ سال پہلے جب میں عمان آیا تھا اس وقت اردن یونی ورسٹی کے صدر ڈاکٹر عبدالسلام مجالی تھے۔ سفیر پاکستان میرے عزیز دوست جناب مہدی مسعود تھے۔ مہدی مسعود خود صاحبِ علم ہیں اور شعر و ادب کا ذوقِ سلیم رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ مجھے اہل علم و حکمت ہی سے ملا سکتے تھے۔ عالی جناب ڈاکٹر عبدالسلام مجالی سے میری تفصیل سے ملاقات ان ہی کے ساتھ ہوئی تھی۔ اس وقت طے پایا تھا کہ جامعہ اردن میں ایک "شعبہ اردو" قائم کیا جائے گا۔ اس کے آدھے اخراجات ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان برداشت کرے گا اور آدھا خرچ جامعہ اردن کے ذمہ ہوگا۔ یہ نہایت مخلصانہ معاہدہ ہوگیا۔ مختصراً یہ کہ پاکستان کی وزارت تعلیم میں یہ فائل ایسا غائب ہوا کہ آج تک اس کا پتہ نہیں ہے۔ پھر آخر کار جامعہ اردن میں ایک "مطالعہ پاکستان" چیئر قائم ہوئی۔ پاکستان سے جو بھی اس چیئر پر آیا خوار ہوا۔ اسے پاکستان سے مطالعہ پاکستان کے لیے کوئی علمی تعاون حاصل نہیں ہوا۔ آخر میں جامعہ پشاور کی پروفیسر ڈاکٹر محترمہ لعل بہا رئیس چیئر تھیں۔ مگر ان کو پاکستان سے کوئی مدد نہیں ملی۔ وہ اس اثنا میں عربی زبان سیکھ کر پشاور واپس چلی گئیں۔ شاید اب یہ چیئر دم توڑ رہی ہے۔

عظیم انسانوں سے ملاقاتیں

نونہالو! ہوٹل آکر میں نے ذرا دیر آرام کیا۔ آج صبح ناشتہ بے وقت کرلیا تھا نا جہاز میں۔ بس میرے معدے کو غصہ آگیا۔ اس نے زبردست شکایت کی ہے کہ میں نے جناب محترم معدہ صاحب کے کاموں میں خلل ڈالنے کی جرات کیوں کی ہے! معدہ نے کام کرنے سے انکار کردیا۔ اس کی

سزا مجھے آج ملی۔ آج رات کا کھانا چھوڑنا پڑا تا کہ جناب معدہ صاحب کو آرام مل جائے اور ان کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے۔ معدہ صاحب کی خاطر میں نے رات صرف دہی کی لسی معدے صاحب کو پیش کی۔ انھوں نے اسے قبول فرمالیا ہے!

عالی جناب محترم ڈاکٹر حسین نصر

میں اپنے کمرہ نمبر ۱۴۰۳ میں تھا کہ پانچ بجے ٹیلے فون آیا۔ میں نے ریسور اٹھایا: ارشاد فرمایئے۔ میں حسین نصر ہوں۔ عمان میں خوش آمدید!

نونہالو! میں پروگرام دیکھ چکا تھا کہ اردن کی شاہی انجمن ثقافت کی رکنیت کا اعزاز ڈاکٹر سید حسین نصر کو اس سال ملا ہے۔ میں ان سے ملنے کے لیے بے چین تھا۔ ان کا ٹیلے فون آگیا۔ سات بجے ملاقات طے پائی اور ٹھیک سات بجے ڈاکٹر نصر صاحب لاؤنج میں تشریف لے آئے۔ ہم دونوں پرانے دوست خوب گلے ملے۔ ایک دوسرے کو خوب پیار کیا۔ میں نے ڈاکٹر انصار زاہد خاں صاحب سے ان کا تعارف کرایا۔ میرے ساتھ میرے پرانے دوست ڈاکٹر مقبول صاحب بھی تھے۔ ڈاکٹر مقبول صاحب جغرافیہ داں ہیں۔ علی گڑھ یونی ورسٹی، کشمیر یونی ورسٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ میں استاد رہے ہیں۔ عالمی شہرت کے مالک ہیں۔ ان سے میری پرانی دوستی ہے۔ وہ بھی یہاں کانفرنس میں آئے ہیں۔ ہم چاروں ایک گھنٹہ باتیں کرتے رہے۔ بڑا علمی ماحول تھا۔ زندگی کے یہ لمحات نہایت قیمتی تھی کہ جب صاحبِ علم و حکمت کے ساتھ وقت گزارنے کا شرف حاصل ہوا۔

نونہالو! علم کتاب سے ضرور ملتا ہے مگر صاحبانِ علم کی صحبت، یعنی ان

کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بڑی بات ہے۔ اس سے انسان تعلیم بھی پاتا ہے اور تربیت بھی!

ڈاکٹر سید حسین نصر تہران یونی ورسٹی کے چانسلر رہ چکے ہیں۔ وہ شاہ رضا شاہ پہلوی سے قریب تر تھے اور ملکہ فرح دیبا کی علمی دل چسپیوں سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ خود ڈاکٹر سید حسین نصر عالم اور حکیم ہیں --- اسلامی سائنس کے طرف دار ہیں۔ لندن کے شہرۂ آفاق ورلڈ اوف اسلام فیسٹول میں ڈاکٹر حسین نصر اور میں، ہم دونوں نے بہ حیثیت پرنسپل کن سَل ٹنٹ (مشیر اعلا) کام کیا تھا۔ اسلامی سائنس کی سب سے بڑی پہلی نمائش اسی جشنِ اسلامی کے دوران ہوئی تھی۔ اس کا افتتاح ملکہ فرح دیبا اوف ایران نے کیا تھا۔ جشنِ اِسلام کا افتتاح ملکہ برطانیہ کوئن ایلزبتھ نے کیا تھا۔ ڈاکٹر حسین نصر اور میں ہم دونوں ساتھ تھے۔

دنیائے اسلام کے زبردست عالم و حکیم ابو ریحان محمد ابن احمد البیرونی کے سائنسی مرتبہ و مقام کا تعین ہم دونوں نے کیا۔ ہم نے منصوبہ بنا کر ایران اور پاکستان میں البیرونی عالمی کنگرسوں کا اہتمام کیا۔ میں پاکستان میں اور ڈاکٹر حسین نصر تہران میں کام کرتے رہے اور ہم نے البیرونی کو ایک سائنس داں تسلیم کرا دیا۔

نونہالو! پاکستان میں میری اس اعتبار سے آج تک قدر نہیں ہوئی ہے۔ میری اس حیثیت کا اعتراف پاکستان نے دیانت داری سے نہیں کیا ہے کہ تاریخ سائنس کا تصور میں نے دیا ہے پاکستان کو۔

میرے دوست ڈاکٹر حمید عسکری جامعہ پنجاب کے استاد عظیم تھے۔

انھوں نے میرے کان میں کہا: ابن الہیثم بابائے بصریات ہے۔ آج اسے کوئی نہیں جانتا ہے۔ آپ اس پر تحقیقی کام کرلیجیے۔ میں نے اپنے دوست کی بات مان لی اور ابن الہیثم پر وہ کام کردیا جو کسی نے نہیں کیا تھا۔ میں نے دنیا سے تسلیم کرالیا کہ "انسان کیسے دیکھتا ہے" اس کی اولین تحقیق اور تشریح ابن الہیثم نے کی۔

نونہالو! یہ میری سائنس کی خدمت ہے جسے پاکستان نے آج تک تسلیم نہیں کیا ہے۔ حکومت تو پاکستان میں آج تک کوئی علم و عالم دوست آئی ہی نہیں ہے۔ مگر پاکستان کے اہلِ سائنس بھی ناقدر داں رہے ہیں۔

پاکستان اکیڈمی اوف سائنس

مگر نونہالو! ایک قدر اب ہوئی ہے۔ اس سال مجھے پاکستان اکیڈمی اوف سائنس نے اپنی فیلوشپ (رکنیت عظیم) عطا فرمائی ہے۔ یقیناً یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔ میں اس کا احترام کرتا ہوں۔ میں اس کے لیے شکرگزار ہوں۔ میں اپنے دوست جناب محترم ڈاکٹر عطا الرحمان صاحب (سابق استاد جناح پوسٹ گریجویٹ میڈیکل سنٹر) کا شکریہ ادا کرتاہوں کہ ان کی تحریک پر یہ اعزاز مجھے ملا ہے۔ انھوں نے تھرڈ ورلڈ اکیڈمی اوف سائنس میں بھی میرا نام تجویز کیا تھا۔ مگر وہاں ہنوز غور ہو رہا ہے۔ تھرڈ ورلڈ اکیڈمی کے لیے میرے مقابلے میں عرب سائنس داں جناب محترم پروفیسر رشدی راشد کا مقالہ تسلیم کرلیا گیا۔ ڈاکٹر رشدی میرے ذاتی دوست ہیں۔ ڈاکٹر رشدی مستقل طور پر پیرس (فرانس) میں رہتے ہیں۔ ان سے میری خوب علمی بحث ہوتی رہتی ہے۔

جناب محترم پروفیسر ڈاکٹر احسان دوغرامانچی

نونہالو! پروفیسر دوغرامانچی ترکی کے ایک بڑے عالم ہیں۔ خود نونہالوں کے امراض کے ماہر ڈاکٹر ہیں۔ ترکی تو ان کی مادری زبان ہے۔ عربی خوب جانتے ہیں۔ انگریزی جانتے ہیں۔ چوں کہ فرانس سے اعلا تعلیم حاصل کی ہے اس لیے فرانسیسی زبان جانتے ہیں۔ ترکی کی تمام یونی ورسٹیوں کے صدر رہے ہیں۔ کویت میں تنظیم اسلامی برائے سائنس طبی میں میرے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ میں اور وہ دونوں اس کویتی تنظیم کے نائب صدر ہیں۔ ہم دونوں میں خوب دوستی ہے۔ آج ان سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ہاتھوں میں پلیٹ تھی۔ مجھے انھوں نے دیکھا۔ پلیٹ دور رکھی اور آکر بغل گیر ہوگئے۔ ان سے ملاقات بہت دنوں بعد ہوئی۔ خوب انسان ہیں۔ ترکی کے صدر تعلیم و تربیت کے باب میں میرے دوست ڈاکٹر پروفیسر دوغرامانچی سے مشورہ کرتے ہیں۔

ڈاکٹر احسان اوغلو

نونہالو! یہ بھی ترکی کے ایک نوجوان عالم ہیں۔ عالم سے زیادہ منتظم ہیں۔ ان کی اور میری دوستی کو اب کوئی بیس سال ہوتے ہیں۔ میں بھی استنبول ان کے مرکز علم و حکمت میں گیا ہوں۔ احسان اوغلو بھی پاکستان آئے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کے میزبان رہے ہیں۔ جدہ میں قائم آرگنائزیشن اوف اسلامک کانفرنس (او آئی سی) کے مرکز ترکی کے ڈاکٹر احسان اوغلو صدر ہیں۔ انھوں نے استنبول میں ایک پرانے محل میں یہ مرکز علم و حکمت قائم کیا ہے اور اسے خوب پروان چڑھایا ہے۔

دوسرا باب

۱۳ ر جولائی ۱۹۹۳ شمسی

عمان -- اردن

پاکستان کی خبریں

نونہالو! میں اس وقت اردن کے دارالحکومت عَمان میں ہوں(ع پر زبر) ایک ملک عُمان(ع پر پیش) بھی ہے جس کا دارالحکومت مسقط ہے۔ صبح کا اخبار"جورڈن ٹائمز" پڑھا۔ پاکستان کی ایک خبر بڑی مشکل سے آخری صفحے پر ملی۔ معلوم ہوا کہ صدر پاکستان اور وزیر اعظم پاکستان کی ملاقات کل پیر کو ہوئی ہے۔ اس سے اطمینان حاصل ہوا۔ مگر اندازہ یہ ہو رہا ہے کہ ان دونوں میں مفاہمت نہیں ہوئی ہے۔ اس رائے میں پورا ملک یک زبان ہے کہ صدر پاکستان عالی مرتبت جناب غلام اسحاق خاں صاحب کے دل و دماغ اب صرف یہ چاہتے ہیں کہ وزیر اعظم پاکستان جناب محترم محمد نواز شریف کو شکست دے کر وہ ان کو وزارت عظمیٰ سے محروم کردیں۔ غلام اسحاق خاں بہرحال انسان ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اب ضد پر آگئے ہیں۔ وزیر اعظم

نواز شریف خواہ ان کے احترام کا کتنا ہی خیال و سامان کرلیں اب جناب صدر ان کو ان کے مقام سے گرا کر ہی چھوڑیں گے۔ مفاہمت کی ساری کوششیں اس وقت بے کار لگ رہی ہیں۔ عالی مرتبت جناب غلام اسحاق خاں نے پاکستان کی عدالت عظمیٰ کے فیصلے کو دل سے تسلیم نہیں کیا ہے۔ اگرچہ ان کا بیان تسلیم و رضا کا ہے، مگر ماہرین کے بہ قول انھوں نے پنجاب میں جو حالات پیدا کرادیے ہیں ان سے ہم صرف یہی سمجھ سکتے ہیں کہ میاں محمد نواز شریف کے اپنے صوبے میں صدر صاحب نے ان کو بے بس کردیا ہے۔ وزیراعظم صوبہ سندھ میں آتے ہیں تو گورنر اور وزیراعلا دونوں ان کا استقبال نہیں کرتے۔ صوبہ سرحد تو غلام اسحاق خاں صاحب کا اپنا صوبہ ہے۔ وہاں نواز شریف پر نہیں مار سکتے۔

جوش کھاتا پانی

نونہالو! اگر آگ جل رہی ہو، اور آگ پر پانی بھرا ایک برتن رکھا ہو اور آگ کی گرمی سے پانی جوش کھارہا ہو اور ابل رہا ہو تو کیا تم اس پانی میں اپنی صاف تصویر دیکھ سکتے ہو؟ ٹھنڈے ساکت پانی میں تم ضرور اپنی شکل صاف دیکھ سکتے ہو۔ مگر گرمی سے ابلتے اور تپش سے جوش کھاتے پانی میں ہرگز صاف صورت نظر نہیں آسکتی۔

اس وقت جناب صدر غلام اسحاق خاں صاحب جوش میں ہیں۔ غصے کی آگ میں تپ رہے ہیں۔ ان کا خون ابل رہا ہے اور جوش کھارہا ہے۔ وہ اب پاکستان کی صاف صورت نہیں دیکھ سکتے۔ اس اُبلتے جوش کھاتے حالات میں ان کو پاکستان کی تباہی نظر نہیں آرہی ہے۔ دوسری طرف وزیراعظم نواز

شریف کا حال بھی زیادہ مختلف نہیں ہے۔

نونہالو! اسلام کی تہذیب و ثقافت میں اور تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کہا گیا ہے کہ غصہ حرام ہے۔ اب تم اس تعلیم پر غور کرو اور پاکستان کے ان دو بڑوں کے حال پر غور کرو۔ اگر یہ دونوں غصے کو حرام سمجھ لیتے تو پاکستان تباہ نہ ہوتا۔ تم نے دیکھا کہ فقط ایک غصے نے پاکستان جیسے بڑے اور خوب صورت ملک کا حسن لوٹ لیا ہے۔ اس غصے کی آگ نے پاکستان کے ہر پھول سے اس کی رنگت اور نکہت چھین لی ہے۔ غصے کی تپش نے پاکستان کا ہر کھیت اور کھلیان تباہ کردیا ہے۔ رقابت نے پاکستان کو جھلس دیا ہے اور جذبۂ انتقام نے پاکستان کا ہر نظام تہہ و بالا کرکے رکھ دیا ہے۔

نونہالو! میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ صدر پاکستان اگست ۱۹۹۳ء کے پہلے ہفتے میں ایک بار پھر پارلیمان ملی کو خاموش کردیں گے اور پھر ملک کا انتظام ایک نام نہاد وزیراعظم کے حوالے کرکے اور اس کی عارضی کابینہ بناکر نوے دن کے اندر فوج کے انتظام میں انتخابات کرائیں گے۔ ان انتخابات میں ان کی سب سے بڑی خواہش، دلی تمنا اور دماغی آرزو یہ ہوگی کہ نواز شریف انتخابات میں خود ہار جائیں۔ وہ نواز شریف کے مقابلے میں ان لوگوں کو آگے بڑھائیں گے جن کو وہ خود ناپسند کرتے ہیں اور ناپسندیدگی کا اظہار ایک اسمبلی توڑ کر وہ خود کرچکے ہیں۔ مگر وہ اس وقت غیظ و غضب میں مبتلا ہیں اس لیے ان کو کوئی چیز صاف دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ دوسری طرف نواز شریف محترم بھی حال سے بے حال ہوئے ہیں۔

نونہالو! اِدھر حالات یہ ہیں۔ اُدھر دشمن غور سے حالات کو دیکھ رہے

ہیں۔ پاکستان کے دشمن اور اسلام کے دشمن گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ انتخابات میں دخل دیں گے۔ وہ انتخابات لڑنے والوں کی قیمت لگائیں گے اور ان سے پاکستان کی آزادی کا سودا کریں گے۔ حالات کی یہ ایک بدترین صورت ہے جو ہمارے دونوں سربراہوں کو نظر نہیں آرہی ہے۔ اس بار انتخابات تعمیر پاکستان کے لیے نہ ہوئے اور انتخابات پاکستان کو ہمیشہ غلام بنانے کے لیے ہوئے تو تاریخ اسلام کا یہ انتہائی دردناک واقعہ ہوگا۔

چین میں بحران فکر

نونہالو! آج کے اخبار میں ایک یہ خبر پڑھی ہے کہ اس سال اکتوبر میں چین میں ایک عالمی نمائش کتوں کی ہورہی ہے۔ انٹرنیشنل ڈاگ شو! چین کی قومی حفاظت کی وزارت نیز وزارت صحت اور وزارت زراعت اس بین الاقوامی کتا نمائش کا اہتمام کررہی ہیں۔ ہونگ کونگ، جاپان، جرمنی، امریکا اس میں حصہ لیں گے۔ میرے مطب میں ایک خاتون آئیں۔ میں نے ان کو مشورہ دیا کہ صبح ایک میل کی چہل قدمی کیا کیجیے۔ انھوں نے فرمایا: ڈفنس میں ایسے خوف ناک کتے ہیں کہ ڈر لگتا ہے گھر سے باہر نکلتے! میں نے کہا: کیا میں کے۔ایم۔سی کو مشورہ دوں کہ وہ کتا مار مہم کا آغاز کریں! ہاں خوب یاد آیا، گزشتہ سال ہی کی تو بات ہے کہ شنگھائی (چین) میں دس ہزار کتے مارنے کا حکم جاری ہوا تھا۔ کل یہ بات تھی، آج بات یہ ہے کہ کتا نمائش ہورہی ہے۔ کل چین میں کتے اور بلیاں اس لیے ماری جاتی تھیں کہ وہ انسان کی غذا کھاتی ہیں۔ چین میں اناج کم تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ اب اناج زیادہ ہوگیا ہے! کل چین میں ایک مکھی مار کردینے پر انعام ملتا تھا، آج ڈاگ شو کا اہتمام

ہورہا ہے۔ یہ زمانے کی نیرنگیاں ہیں۔ نارنگیاں بھی ہیں! ان دنوں چین پر "ڈالر عشق" کا زور ہے۔ ڈالر آنا چاہیے چین کے اندر۔ وہ خواہ انٹرنیشنل ڈاگ شو سے آئے یا کانفرنسوں سے۔ بھئی ہم تو چین کے دوست ہیں اور دوستی کا حق ادا کرنا چاہتے ہیں۔ پاکستان میں کتا دوست لوگوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ چین میں ڈاگ شو میں ضرور شرکت کریں۔ میں نے کراچی شہر کے ایک گھر میں کتوں کے لیے ائرکنڈیشنڈ روم خود اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ اربابِ حل و عقد اپنی کتا دوستی کا ثبوت دیں اور چین دوستی کا بھی۔ کئی اور بھی ممتاز شخصیات پاکستان میں ہیں جن کے کتوں کے لیے مامائیں خدمت گزاری کے لیے موجود ہیں اور پاکستان کے عظیم نونہال ان ممتاز کتوں کے کمروں کو صاف کرتے ہیں اور اسکول نہیں جاسکتے۔ ان ممتاز شخصیتوں کو اس موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے!

المؤتمر العام التاسع

للمجمع الملکی لبحوث الحضارۃ الاسلامیہ (موسستہ آل البیت)

9th Academy For Islamic Civilization Research

(Al Albait Foundation)

نونہالو! اب ذرا کام کی باتیں ہوجائیں۔ اب تم میرے ساتھ اس کانفرنس میں چلے چلو۔ اس کانفرنس کا افتتاح کرنے کے لیے عالی مرتبت جلالتہ الملک الحسین المعظم کو تشریف لانا تھا، مگر وہ دنیائے عرب میں سنجیدگی اور تفکر و تدبر کے مرتبۂ اعلا کے حامل ہیں اس لیے دنیا بھر میں برتریٔ اسلام و

مسلمین کے لیے جاتے رہتے ہیں۔ ان کی جگہ ان کے چھوٹے بھائی اور نائب جلالتہ الملک اور ولی عہد سلطنت ہاشمیہ اردنیہ شہزادہ الحسن ٹھیک گیارہ بجے تشریف لے آئے ہیں۔

نونہالو! تم دیکھ رہے ہو کہ عالم اسلام سے یہاں کوئی دو سو عالم جمع ہوگئے ہیں۔ اردن کے علما بھی سر جوڑ کر بیٹھنے اور غور کرنے کے لیے آئے ہیں۔ پاکستان، بنگلہ دیش، ہندستان، ترکی، ایران، ممالک خلیج، تونس، مصر، شام، افریقہ وغیرہ نیز وسط ایشیا کی ریاست آذر بائی جان سے نمائندے آئے ہوئے ہیں۔

جب نائب سلطنتِ اردن عالی مرتبت شہزادہ حسن تشریف لائے تو نہایت خوب صورت کانفرنس ہال میں موجود سب صاحبانِ علم و حکمت احتراماً کھڑے ہوگئے۔ نونہالو! تم نے اس چیز پر بھی غور کیا کہ اس سات آٹھ سو نمائدین میں صرف میں سفید شیروانی پہنے ہوئے ہوں اور صرف میرے سر پر ٹوپی ہے! ہاں بعض علما نے اپنے سروں پر نہایت خوب صورت عمامے رکھے ہوئے ہیں۔

میں آگے ہی کی صف میں ہوں۔ عالی مرتبت نے مجھے پہچان لیا۔ مسکراہٹ سے علیک سلیک ہوئی۔ نونہالو! میری ان سے خوب ملاقات ہے اور وہ خود علم و حکمت سے اس درجہ رغبت رکھتے ہیں کہ اردن میں کوئی علمی اور سائنسی اجتماع ہو شہزادہ حسن وہاں ضرور ہوں گے۔ وہ علما میں نہایت بے تکلفی سے گھل مل جاتے ہیں۔ میں نے ان سے وعدہ لیا ہوا ہے کہ وہ کسی دن مدینتہ الحکمت ضرور تشریف لائیں گے۔

تلاوتِ قرآن حکیم افواج اردن کے ایک عالم نے کی ہے۔ ان کو جب تلاوتِ قرآنِ حکیم کے لیے بلایا گیا تو نونہالو! تم نے دیکھا کہ بے اختیار انھوں نے فوجی سیلوٹ مارا ہے! اچھی تلاوت کی۔ دل خوش ہوگیا ہے۔

نونہالو! ال البیت فاؤنڈیشن کے روح رواں اور صدر میرے دوست جناب محترم ڈاکٹر ناصرالدین اسد مائک پر تشریف لے آئے ہیں۔ تم دیکھو کہ کس قدر وقار کے ساتھ انھوں نے خطاب فرمایا ہے۔ انھوں نے سب کو خوش آمدید کہا ہے۔ پھر فاؤنڈیشن کی سرگرمیوں کا ہلکا سا جائزہ پیش کیا ہے۔ اس جائزے اور تقریر میں دو بار انھوں نے پاکستان کا ذکر فرمایا ہے۔

نونہالو! تم کو یہ ضرور معلوم ہوگا کہ میں عالی مرتبت شاہ حسین محترم کے قائم کردہ اس فاؤنڈیشن کا رکن(فیلو) ہوں۔ میرے لیے یہ بڑا اعزاز ہے کہ انھوں نے مجھے نام زد فرمایا ہے۔

نونہالو! اب جو مائک پر آئے ہیں یہ جناب محترم شیخ شکور باشا زادہ ہیں۔ وہ آذربائی جان کے مفتی ہیں۔ عالم انسان ہیں۔ تم تو ضرور یہ بھی جانتے ہو کہ یہ نہایت مستعد انسان میرے پرانے دوست ہیں۔ ہمدرد ہاؤس کراچی میں کئی بار تشریف لائے ہیں۔ ان کی طرف سے خنجر(ڈیگر) کا ایک نہایت قیمتی تحفہ میرے پاس محفوظ ہے۔

تم نے سنا ان کا خطاب عربی زبان میں ہے۔ ہماری اس کانفرنس میں ان کو پورا اعزاز دیا گیا ہے۔

خطاب نائب سلطنت

نونہالو! اب عالی مرتبت ولی عہد شہزادے محترم حسن نے حاضرین سے خطاب شروع کردیا ہے۔ ان کی تقریر نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہورہی ہے۔ میں تمہارے لیے اس کا ترجمہ کرتا جاتا ہوں۔ تم نونہالوں کو بڑے انسانوں کے خیالات کو سمجھنا چاہیے :

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبینا محمدٍ خاتم الانبیا

حضرات علمائے کرام، ارکانِ مجلس معزز حاضرین اور خواتین محترم! میں اس علمی محفل میں تشریف آوری پر انتہائی تکریم کے ساتھ آپ سب کا استقبال کرتا ہوں۔ اس اجتماع میں عالم اسلام کے جید علما تشریف فرما ہیں میں ان سب کو تہہ دل سے خوش آمدید کہتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار ہوں جس نے ہمیں خیروفلاح کی اس راہ پر چلنے کی توفیق عنایت کی اور ہمارے ملک کو مسلمانوں کے اتحاد کے لیے فکروعمل کی سعادت سے نوازا کہ اس طرح ان کا مقام بلند ہوسکے اور وہ ترقی و تقدم کی راہ اختیار کرسکیں۔ اس انجمن کی جانب سے اس اہم موضوع پر منعقد کانفرنس تسلسل کے ساتھ ہوتی رہی ہیں ان سب کا مقصد اتحادِ فکر اور یک جہتی عمل کے ذریعہ امت کے لیے اس کے شایان شان مقام کی تلاش رہی ہے۔

ہم نے صحت مند بنیادوں پر اختلاف رائے کا ہمیشہ خیرمقدم کیا ہے۔ یہ سیاسی، علمی اور مذہبی معاملات میں سلامتیٔ فکر کے ساتھ اجتہاد ہمیشہ سے ہمارے لیے اطمینان کا باعث رہا ہے۔ ہمیں اس امر کا اندازہ بہ خوبی ہے کہ فکرِ سلیم ہو تو اختلافِ آراء ہمیشہ انسانی مفاد میں ہوتا ہے اور اس سے انسان

کے آگے سوچنے سمجھنے اور عمل کرنے کی نئی اور صحت مند جہتیں سامنے آتی ہیں۔ فکری قویٰ سرسبز ہوتے اور ترقی کی راہیں کھلتی ہیں۔ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ نیک نیتی کے ساتھ افکار کا اختلاف جو دراصل اختلاف نہیں بلکہ تعداد آرا ہوتا ہے اسلام کا مزاج ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اسلامی تمدن اور ثقافت کی تاریخ کے صفحات پر یہ جوہر ہمیشہ تاباں رہا ہے اور امّت کو اس سلامتیٔ فکر سے ہمیشہ فائدہ حاصل ہوا ہے اور باہمی تفاہم اور اس کے سبب سے قربت اور محبت پیدا ہوئی' دین پر عمل آسان ہوا۔ یہ سب ہماری تاریخ کا حصہ ہے جب کہ آج صورت حال یہ ہے کہ ہمارے فکری اختلافات نے ہمیں ایک دوسرے سے نفرت کرنی سکھائی اور آپس میں ہمیں دشمن بنادیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جہالت نے علم کی جگہ لے لی ہے' محبت نے تعصب کے لیے جگہ خالی کردی ہے اور اب بحث و مطالعہ تلاشِ حق کی بجائے اپنی خواہشات' اپنے مصالح اور اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے کیا جانے لگا ہے اور تنگ نظری نے ہمارے اندر راہ پالی ہے۔ ہماری وسعتِ نظر ختم ہوگئی اور اب ہم صرف اپنی ذات' اپنی جماعت اور اپنی برادری کے لیے سوچنے لگے ہیں۔

ہم نے اصلاح حال کی اپنی سی کوشش کرنے کے لیے یہ بھی طے کیا ہے کہ اسلامی اتحاد کے لیے مساعی کو مسلمان قائدین و زعما اور صدور و روٴسا نیز افراد اور جماعتوں کی ملاقاتوں کے بجائے مختلف مسالکِ فکر اور فقہی مذاہب کے صالح فکر رکھنے والے اصول پسند علما کے اجتماع کو ضروری خیال کریں. اپنے اس طریق کار کے مطابق ہم نے علمی اجتماعات کو تسلسل کے

ساتھ منعقد کیا۔ یہ مجلس خالص علمی اور تحقیقی بنیادوں پر اس اصول کی پاسداری کرکے ایسے متعدد اجتماعات کا اہتمام کرتی رہی ہے۔ اس صالح فکر کا نتیجہ ہے کہ ان علما میں باہمی اعتماد اور ہم کاری و تعاون کی فضا پیدا ہوئی اور یہ اجتماعات فاصلوں کو کم کرنے اور دوریوں کو ختم کرنے کی راہ کا پل ثابت ہوئے۔ ان سے باہمی احترام نے فروغ پایا۔ اس طرح آج ہم یکجہتی کے ساتھ ساری امت کے مسائل پر غور کے قابل ہوسکے ہیں تا کہ دورِ حاضر کے فتنوں کا سدباب اور اس کے چیلنجوں کا مقابلہ کرسکیں۔ ہماری اس فکری جہت نے ہمارے علما، فقہا اور مفکرین کو اتحاد امت اسلامیہ کی راہ میں اپنے فرائض واجبات کی ادائی کا ایک موقع فراہم کیا ہے۔

علماے کرام!

اصلاحِ احوال کی صحیح تر شکل یہ ہے کہ ہماری فکری کوششوں اور ہماری گفتگو کا دائرہ کار محض مسلمانوں کے مسائل و حالات فکر محدود نہ رہے۔ مسلمانوں کے مسائل کو موضوع مطالعہ بنانے کی اہمیت اور ضرورت اپنی جگہ مسلم ہے مگر ہمارا اصل موضوع گفتگو ساری انسانیت اور سارا عالم انسانی ہے اور اسلام کا اس بارے میں ایک واضح نقطہ نظر ہے۔ وہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ سارے عالم انسانی کی صلاح و فلاح پر فکر کی دعوت دیتا ہے اس لیے ہم بھی اس سے غفلت نہیں برت سکتے۔ چناں چہ یہ موضوع بھی اس کانفرنس کے دائرہ کار میں پوری اہمیت کے ساتھ شامل ہے۔ ہم بجا طور پر اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یعنی رواداری کی تعریف کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہم اسلامی شریعت کے اس

وصف پر غور و تدبیر کریں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ منہاجِ اسلام کے اس نمایاں وصف کا صحیح ادراک صرف عالمی پس منظر میں کیا جاسکتا ہے۔ اسلام انسان کو ایک خاص زاویے سے دیکھتا ہے اور اس کا یہ میدانِ نظر دنیا بھر کی اقوام، سارے انسانی مذاہب، انسانوں کے درمیان پائے جانے والے تمام نوعیتوں کے لسانی، نسلی اور گروہی اختلافات پر حاوی ہے۔ اسلام ان سب انسانی اختلافات کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے اور اس باب میں حقوق کے تعین اور ان کی ادائی کے ضمن میں اس کا ایک انتہائی مثبت نقطہ نگاہ ہے۔ وہ ہر ایک کی آزادی اور ہر ایک کی حریتِ فکر کو تسلیم کرتا ہے۔ اس بارے میں اسلام کا موقف انسان اور اس کی انسانیت کے احترام پر مبنی ہے۔ اپنے اس موقف کے مطابق اسلام نے واضح طریقِ عمل مقرر کیا ہے جس کی اساس عدل، خلق اللہ کی سلامتی کے مفاد اور اس طرح مساوات انسان کی اہانت اور اس کے حقوق کے ضیاع کے سدباب پر قائم کی گئی ہے۔ اسلام جو اپنے مذہبی دائرے سے باہر کے انسان کے حقوق کا علمبردار ہے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اُن مسلمانوں کے حقوق سے صرفِ نظر کرے جو اسلامی دنیا سے باہر سکونت پذیر ہیں؟ اسلام نے اپنے ایسے نام لیواؤں کے حقوق کے تحفظ کے لیے غیر مسلموں سے خصوصی نوعیت کے معاہدات کے احکام بھی دیے ہیں۔ آپ غور فرمائیں کہ اسلام نے اپنی رواداری، انصاف پسندی اور قیام عدل کی دو طرفہ پاس داری کے ذریعے اپنے مجبور، محصور اور بے سہارا بھائیوں کی مدد کا سامان کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام بین الاقوامی قانون اور اس کے ذریعے انسانی برادری کے مابین بہتر تعلقات کا اولین داعی ہے۔ اسلام کسی بھی بنیاد پر

کسی خاص انسانی فریق یا گروہ کا دوسروں پر غیر عادلانہ تسلط کسی حال میں تسلیم نہیں کرتا۔

میں گزشتہ جون میں ویانا میں منعقد ہونے والی حقوق انسانی کی کانفرنس میں شریک رہا تھا۔ اس کانفرنس کا مقصد اس امر پر زور دینا تھا کہ دنیا کے لیے ایک ایسے نظام کی تشکیل ضروری ہے جو اپنی اساس میں خالص انسانی نظام کہلانے کا بجا طور پر مستحق ہو۔ اس کانفرنس میں تقریباً سارے شرکا اس امر پر متفق تھے کہ آج دنیا میں انسان پر جو کچھ گزر رہا ہے اس کا واحد سبب یہ ہے کہ انسانی حقوق کو متاثر کرنے والے عوامل سے صرفِ نظر کرلیا ہے جب کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے تمام اسباب کو کامل طور پر دور کردینا آج کی سب سے اہم حاجت اور ضرورت ہے۔ ہم آج اس امر کے انتہائی ضرورت مند ہیں کہ عالمی حالات کا انکسار و ایثار اور سادگی اور احتساب نفس کے نقطہ نظر سے جائزہ لیں تا کہ ہمارے ہاتھوں ایک بہتر نظام انسانی تشکیل پاسکے جس میں باہمی انسانی احترام رواداری اور برداشت' دوسروں پر ظلم و زیادتی سے اجتناب' انسانی بنیادوں پر عالمی اتحاد کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہوں۔ دنیا کے تمام سیاسی نظاموں' حکومتوں اور حکام کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ احترام انسان و انسانیت کو اپنے نظم سیاسی اور دستور حکومت کا لازمی جزو قرار دیں۔

شرکائے محترم

میں نے ابھی جن انسانی حقوق کا ذکر کیا ہے اگرچہ انصاف اور عدل کے فطری تقاضوں کے زیر اثر ہماری دنیا کے سیاسی نظاموں کا حصہ ہونے

چاہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو ان کے حقیقی اور عملی نفاذ کی کوششوں میں اولین حیثیت جرات قول اور صاف گوئی کی صلاحیت کو حاصل ہے۔ اگر اس جرات کو کام میں نہ لایا جائے تو پھر یہ ساری مساعی محض ایک بات بن کر رہ جاتی ہیں۔ ان حقوق کا عدم لحاظ اس امر کا ذمہ دار ہے کہ آج لاکھوں انسان تشدد، جلاوطنی اور بھوک کا شکار ہیں۔ بوسنیا میں ہمارے بھائیوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے اس سے کون ناواقف ہے؟ عراق میں بچوں پر کیا گزر رہی ہے اس کا کس کو اندازہ نہیں؟ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ آج تقریباً دس لاکھ عراقی بچے جن کی عمر پانچ سال سے کم ہے موت کے دروازے پر کھڑے ہیں اور بہ ظاہر نیست و نابود ہو جانا ان کا مقدر بن گیا ہے۔

میں توقع کرتا ہوں کہ اسلامی رواداری کا جو ذکر ہماری زبانوں پر آتا ہے تو دوسرے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ہم یہ آواز اپنی کمزوری، اپنے بھائیوں کی جانب سے ہماری دست کشی اور مقابل قوتوں کے آگے ہمارے سرنگوں ہو جانے کا اعلان ہے۔ ہمارے اسلامی رواداری کے دعوے کا جو حقیقی مفہوم ہے وہ یہ ہے کہ ہم مسلمان خود سے کسی ایسے عمل کی ابتدا نہیں کرتے جو اسلامی رواداری کے اس دعوے کی بدنامی کا موجب ہو نہ ہم کوئی ایسا کام کرتے ہیں جس کی بنا پر اغیار کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ مسلمان، انسانی مستقبل کا دشمن ہے یا وہ دورِ حاضر کی سیاسی اصطلاح "دہشت پسندی" کا اطلاق اپنے اوپر پسند کرتا ہے۔ ہم آج اسلام کی سرزمین اور مسلمان عربوں کے اس وطن یعنی عمان سے اعلان کرتے ہیں کہ کوئی خود غرض اور کوئی بدنیت دہشت پسندی کا الزام اگر ہم پر لگاتا ہے تو وہ عدل، انصاف سے بے بہرہ اور قول و گفتگو میں

دیانت داری اور امانت داری کے وصف سے خالی ہے۔ بہر طور مسلمانوں پر کسی بھی قسم کی خوف کی فضا پیدا کرنے کا کوئی الزام بہ ہر رشتہ اور بہ ہر نوع ناقابل تسلیم ہے۔

ایک مہذب دنیا میں مسلمانوں کو جو حقوق حاصل ہونے چاہییں خواہ ان کا تعلق فلسطین سے ہو یا بوسنیا سے یا کسی اور خطے سے جو دنیائے اسلام سے باہر ہے اور جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں' یہ حقوق ہم میں سے ہر ایک سے اس امر کے متقاضی ہیں کہ ان کی پاسداری کروانے کا اہتمام کیا جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ حقوق ہر ایک مسلمان کے پاس ایک امانت ہیں۔ ہم اس جرأت سے عاری نہیں ہیں اور ہمیں اپنے اوپر پورا اعتماد ہے کہ ہم آج کی اس دنیا کے ہر ہر صاحب اقتدار اور عقل و فہم رکھنے والے ہر ذمہ دار سے اس بات کا مطالبہ کریں کہ ہمارے ساتھ حقوق کے اس مطالبے پر ہمارا ساتھ دے اور ہم سے اتفاق کا اظہار کرے۔ ہمارا یہ بھی مطالبہ ہے کہ مسلمان اقلیتوں کے مسائل کے اسباب اور ان کے حل کی تلاش پوری طرح ہم مسلمان کے قابو میں ہونے چاہییں۔ دراصل مسلمان اقلیتوں کو درپیش مسائل اور مصائب پر دنیا کی خاموشی اور بے تعلقی نے ہمیں اپنے منصوبوں پر عمل درآمد پر شدت کے ساتھ آمادہ کیا ہے۔ ہمارا منصوبہ اس سلسلے میں یہ ہے کہ انسانوں کے خلاف جہاں کہیں بھی کوئی زیادتی ہو رہی ہے اور جہاں کہیں بھی ان کے حقوق ضائع کیے جا رہے ہیں اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا چاہیے اور ہم چاہتے ہیں کہ ظلم و زیادتی اور استحصال کے خلاف ہماری کوششوں کا رخ سب سے پہلے مظلوم مسلم اقلیتوں کے حق میں ہو اور اس

طرح ہم سب سے پہلے مسلمان ذمہ داروں سے اس بارے میں تعاون طلب کریں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اب مشرق اور مغرب کا ذہنی فاصلہ اور ایک دوسرے کے مسائل سے ان کی بے تعلقی ختم ہوجانی چاہیے جو بہت سے مسائل اور مصائب کے تسلسل کا ایک سبب ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہر صاحب اقتدار اور ہر ذمہ دار اس تفریق کو ختم کرنے اور ایک عالمی برادری کے قیام کا بھی ذمہ دار ہے۔

حضرات گرامی!

ہماری گفتگو کا موضوع عام اور عالمی انسانی حقوق رہے ہیں اور یہ بات کسی تشریح و توضیح کی ضرورت مند نہیں ہے کہ انسان کے اجتماعی اور اقتصادی حقوق اس بنا پر لائق احترام ہیں کہ خالصتاً اور قطعاً انسانی حقوق ہیں اور حقوق کی بحالی اور برتراری ایک مکمل انسانی برادری کے قیام و بقا کے لیے ناگزیر ہے اور ان کے بغیر ہم ایک دوسرے کے ساتھ رحم دلی کا برتاؤ ہرگز نہیں کرسکتے۔

میں بڑے دکھ کے ساتھ اس موقع پر اس بھوک اور اس قحط سالی کا اور غربت اور عدم دستیابی و مسائل کی وجہ سے ان امراض کا اور تعلیم کی سہولتوں سے ناآشنا ان بے شمار معاشروں کا ذکر کرتاہوں جن کا ایک قابلِ لحاظ حصہ عالمِ اسلام میں واقع ہے۔ عالمِ اسلام کے ان خطّوں کی اقتصادیات ناگفتہ بہ ہیں اور اس کا سب سے بڑا سبب وسائل کی غیر منصفانہ اور غیر عادلانہ تقسیم ہے۔ ہمارے اس عالمِ اسلام میں ایسے طبقات بھی ہیں جو ہر طرح پُرتعیش زندگی گزار رہے ہیں۔ ہماری بعض حکومتیں اور ان کے بعض

افراد کے پاس جو دولت ہے وہ اتنی ہے کہ اس کے صحیح استعمال کی منصوبہ بندی تک نہیں کی جاسکتی۔ جس کی وجہ سے یہ دولت غیر منفعت بخش حالت میں پڑی ہوئی ہے۔ اگر اس کثیر دولت کو صحیح منصوبہ بندی کے ساتھ استعمال کیا جائے تو اس سے ان ارباب ثروت ہی کا نہیں بلکہ امت کے محروم طبقات کا بھی فائدہ ہے۔ ایسی بہت بڑی دولت غیر ممالک کے بنکوں میں پڑی ہوئی ہے جس میں اگر اللہ کا حق یعنی زکوٰۃ ہی نکالی جائے تو امت کے ناداروں کے مسائل بڑی آسانی سے حل ہوسکتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ ہم خاص اس موضوع کو اپنے اس اجتماع کے دیگر موضوعات کے مقابلے میں اتنا وقت نہیں دے سکیں گے جس کا یہ حق دار ہے تاہم میں یہ ضرور کہوں گا کہ ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ ہمارے معاشرے میں ضرورت مندوں کی حاجت براری کے سلسلے میں زکوٰۃ کو کیا اہمیت حاصل ہے۔ میں نے اس موضوع پر اپنی فکر میں عالم اسلام کے متعدد سربراہوں کو شریک کرنے کے لیے یہ دعوت پیش کی ہے کہ اسلامی دنیا میں زکوٰۃ اور اس کے ذریعہ سے مستحقین کی کفالت کے لیے عالمی سطح پر ایک تنظیم کا قیام عمل میں آنا چاہیے جو قطعی سیاسی بنیادوں پر وصولی و صرفِ زکوٰۃ کا انتظام کرے۔ اس طرح عالم اسلام میں آباد غیر مسلم مستحقین کے لیے بھی انتظام کیا جاسکتا ہے۔

علمائے کرام!

اسلامی بنیادوں پر انسان کے ساتھ طریق کار بلا لحاظ اس بات سے ہے کہ اس کا مذہب و مسلک کیا ہے اور وہ کون سی زبان بولتا ہے اور اس

طرح انسانی تہذیب و تمدن کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر ذہنی، عقلی اور علمی بنیادوں پر دیگر طریق سے عمل کے مقابلے میں ممتاز اور منفرد ہے اور اس ضمن میں اسلام کے جو احکامات اور جو تعلیمات ہیں انھیں ہم ہر صاحبِ فہم کو اس کی اپنی زبان میں اور ہر اہلِ علم کو اس کی اپنی اصطلاحوں میں اس طرح سمجھا اور بتاسکتے ہیں کہ وہ مطمئن ہوجائیں۔ ہم دنیا کے آگے اس امر کی بخوبی وضاحت کرسکتے ہیں کہ انسانی مسائل کا حل اسلام کس طرح اور کیا پیش کرتا ہے۔ مسلمانوں نے اپنی تاریخ کے اولین ایام میں اس بات کا ادراک کرلیا تھا کہ اسلام عقل و علم کا دین ہے۔ انھوں نے جتنا زور دینی علوم کی تحصیل پر دیا اتنا ہی اہم دنیوی علوم کو بھی گردانا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی علوم آج کی دنیا کے لیے بھی اتنے ہی کار آمد ہیں جتنے آج سے پہلے اور بہت پہلے تھے۔ آپ کی یہ مجلس علمی بھی اس امر پر شاہد ہے۔ اس کے اجتماعات میں ہم جو گفتگو کرتے ہیں وہ دین و دنیا دونوں کی جامع ہوتی ہے۔ ہم نے اس فکر کے مطابق آل بیت یونی ورسٹی کے قیام کا فیصلہ کیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس طرح کی جامع فکر کے بغیر ہم ان حالات سے مقابلہ نہیں کرسکیں گے جو آج ہمیں درپیش ہیں۔

میں ان خیالات اور اپنی انتہائی نیک تمناؤں کے ساتھ اس کانفرنس کا افتتاح کرتا ہوں۔ اللہ اس اقدام کی ابتدا اور اختتام دونوں کو خیروبرکت کا سبب بنائے اور اللہ ہی بہترین توفیق عطا کرنے والا ہے۔

آؤ ذرا ولی عہد محترم سے ملتے ہیں

کانفرنس ختم ہوئی۔ موقع فراہم کیا گیا کہ خاص خاص مندوبین محترم ولی عہد اور صدر کانفرنس سے ملاقات کریں۔ آؤ تم بھی میرے ساتھ چلو۔ تم نے دیکھا کہ شہزادہ محترم نے کس محبت سے مجھے سینے سے لگایا ہے! ہم نے ایک دوسرے کو پیار کیا۔

نونہالو! تم نے سوال کیا کہ اس پُرخلوص اور پُرانس ملاقات کے فوٹو نہیں لیے گئے۔ تم نے صحیح سوال کیا ہے کہ کیوں؟ نونہالو! اس ملاقاتِ خلوص میں بڑی بے تکلفی تھی۔ اس قسم کی تصویروں کا بہت سے لوگ ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس لیے فوٹوگرافروں کو ہدایت ہوتی ہے کہ ایسی تصاویر نہ لی جائیں اور یہ صحیح بات ہے۔

نونہالو! اب آج سے جمعرات تک تین دن ہم سب صبح سے رات تک اس پر غور کریں گے کہ اس کرۂ ارض پر انسان کا اب کیا مرتبہ و مقام ہوگا اور مستقبل میں تہذیب و تمدن کا رنگ کیا رہے گا اور اس میں اسلام اور مسلمان کیا جدوجہد کریں گے۔

ہماری اس کانفرنس کا یہ نہایت اہم موضوعِ فکر ہے۔ اللہ مالک ہے۔

اچھا آؤ آج رات کا کھانا میرے ساتھ ہوجائے

نونہالو! ہم اس نہایت آرام دہ بس میں عمان سے "مکان زمان" چل رہے ہیں۔ رات کا وقت ہے۔ عمان کے خوب صورت بازاروں میں کیسی چہل پہل ہے! ایک سے ایک خوب صورت دکان ہے۔ یہاں دنیا کا ہر سامان مل جاتا ہے۔ ساری دنیا کے بینک یہاں ہیں۔ ایک سے ایک بڑا ہوٹل ہے۔

سڑکوں پر ٹریفک کا زور ہے۔ ایک سے ایک شان دار موٹر کاریں۔ مگر تنظیم کے ساتھ۔ کیا مجال کہ ڈسپلن میں کوئی جھول آجائے!

نونہالو! میرے برابر میں جو صاحب تشریف فرما ہیں۔ یہ مصر کے جید علمأ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ نہایت خوش قسمت انسان ہیں۔ جامعہ ازہر سے تعلیم پوری کر کے سوچتے تھے کہ کیا کروں۔ حضرت شیخ الازہر الشریف نے ان کا انتخاب کر کے ان کو الازہر میں مدرس مقرر کردیا۔ اس کے بعد انھوں نے عرب ملکوں کی جامعات میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب واشنگٹن (امریکا) میں مرکز اسلامی بنا تو ان کو وہاں ڈائریکٹر بنادیا گیا۔ وہاں سے ان کو انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی کوالالمپور (ملائشیا) میں ریکٹر (چانسلر) بنایا گیا۔ اب یہ صاحب فارغ ہو کر اپنی کتابیں مرتب کر رہے ہیں۔

نونہالو! ان کا نام نامی ڈاکٹر سید عبدالروٗف ہے!

بہت بڑے عالم ہیں۔ میری ان سے کوئی ۲۵۔۳۰ سال سے یاد اللہ ہے۔ ۱۹۷۰ء میں واشنگٹن میں ان کے ہاں جاتا تھا۔ جمعے کی نماز ان ہی کے مرکز میں ادا کرتا تھا۔ ڈاکٹر رؤف صاحب بھی اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ کئی بار ہمدرد کے مہمان رہے ہیں۔ تم نے سنا کہ وہ سعدیہ کے بارے میں بار بار پوچھ رہے تھے۔ کیسی ہیں! ان کے بچے کیسے ہیں! ماہم، آمنہ اور فاطمہ کیسی ہیں!

کان زمان

لو بھئی نونہالو! ہم کان زمان پہنچ گئے ہیں۔ یہ تو کوئی قلعہ لگتا ہے پرانے زمانے کا۔ یہاں تو پچاسیوں موٹر کاریں کھڑی ہیں۔ آخر یہ کیا جگہ ہے؟

کس زمانے کی ہے؟ یہاں تو پہلے ہی بہت سے بچے اور بڑے موجود ہیں!

معلوم ہوا کہ "کان زمان" کے معنی ہوئے: کسی زمانے کی بات ہے۔ انگریزی میں Once upon a time داد دینی چاہیے کہ نہایت اچھا نام رکھا ہے ریستوراں کا۔ کوئی ایک سو سال پہلے یہاں محلات تھے۔ کان زمان محلوں ہی کا سلسلہ ہے۔

آؤ ذرا اندر چلتے ہیں۔ راستے بڑے چھوٹے گول پتھروں کے بنے ہیں۔ پرانے زمانے میں مضبوط سڑکیں بنانے کا قاعدہ یہی تھا۔ سمندر کے کناروں سے گول مٹول بڑے چھوٹے پتھر جمع کیے اور ان کو جما کر سڑک تیار کردی۔ قدیم استنبول کی بہت سی سڑکیں اسی انداز کی ہیں۔ روم (اٹلی) جائیے تو وہاں بھی ایسی سڑکیں ملتی ہیں۔ تونس اور قاہرہ میں بھی میں نے ایسی سڑکیں دیکھی ہیں۔ ان پر چلنا آسان نہیں ہے مگر بڑا مزہ آتا ہے۔

جب سے تارکول آنا شروع ہوا ہے اس قسم کی مضبوط اور محفوظ سڑکیں بننی ختم ہوگئی ہیں۔ اس پر آج غور ہو رہا ہے کہ تارکول کی سڑکوں پر سے جب موٹریں بسیں وغیرہ گزرتی ہیں تو اس سے جو گیس بنتی ہے وہ صحت کے لیے مضر ہے۔ اس لیے اب سیمنٹ کی سڑکوں کا زمانہ تیزی سے آرہا ہے۔ خیر یہ ٹھیک ہے۔ "کان زمان" ایک سو سال پہلے کی کوئی عمارت ہے۔ ذرا دیکھنا کہ یہاں خوب صورت الماریوں میں پرانے زمانے کا کیا کیا سامان نمائش کے لیے رکھا ہے! بھئی خوب ہے۔

آؤ اور اندر چلتے ہیں۔ یہاں تو ایک نہیں کئی بڑے بڑے ہال ہیں! سینکڑوں مرد، عورتیں اور بچے جگہ جگہ بیٹھے ہیں اور خورد نوش کا سلسلہ جاری

ہے۔ لو بھئی حد ہو گئی! یہاں تو ڈانس، ناچ گانا بھی ہو رہا ہے!

نونہالو! کان زمان قدیم اردن ہے۔ اس عمارت کو اب ایک دیہاتی ریستوراں بنادیا گیا ہے۔ شہر عمان سے لوگ دور صحرا کے اس ریستوراں میں اپنی شامیں گزارتے ہیں۔

بھئی میں تو اپنے دوست جناب ڈاکٹر ناصرالدین اسد صاحب (سابق وزیر تعلیم اردن) کو داد دیتا ہوں کہ انھوں نے اس تاریخی جگہ پر آج ہم سب کے کھانے کا انتظام کیا ہے! ہم سب ایک بڑے ہال میں جمع ہو گئے ہیں۔ ہم لگ بھگ دو سو مرد اور عورتیں ہیں۔ سب کان زمان میں کھانا کھائیں گے۔ ذرا پہلے مشروبات ہو جائیں۔ مجھے تو نہایت برا لگتا ہے کہ یہاں بھی وہی یہودی اور غیر ملکی مشروبات ہیں جنھوں نے سارے عالم اسلام اور پاکستان اور چین، جاپان تک میں فسادات پھیلادیے ہیں! میں نے تو کسی ایک گلاس کو ہاتھ نہیں لگایا۔ نونہالو! ہم لوگ بھی بڑے عجیب ہیں! عجیب کیا منافق ہیں۔ رات دن یہودی اور اسرائیل کو گالیاں دیتے ہیں اور رات دن ان کے مشروبات پیتے ہیں۔

تم نے دیکھا کہ ریستوراں کا سمجھ دار ناظم بات سمجھ گیا۔ واللہ یہ تو سیاست دانوں سے بھی زیادہ عاقل ہے۔ فوراً میرے ذہن کو اس نے پڑھ لیا اور میرے لیے اور تمھارے لیے "لیموں پانی" لے آیا ہے! آؤ ذرا دیکھتے ہیں کہ پیارے پیارے پنجاب کا لیموں پانی اچھا ہوتا ہے یا یہاں کا!

نونہالو! ان عالموں کو آپس میں باتیں کرنے دو۔ تم میرے ساتھ ذرا کان زمان کی سیر کرو۔ ذرا دیکھنا یہ عورت مرد کیا کر رہے ہیں! ارے یہ تو تاش

کھیل رہے ہیں۔ غالباً برج کھیل رہے ہیں۔ اردن میں برج سے زیادہ ہی دل چسپی ہے۔ یہاں اخبارات میں برج (تاش کا کھیل) کے مسائل کے حل شائع ہوتے ہیں۔

ذرا دیکھنا کہ یہ ڈھیر سارے حقّے کیوں رکھے ہیں! بھرے بھرائے تیار! اس دکان کا مالک خاصی اونچی سرخ طرّے دار ٹوپی پہنے ہوئے ہے۔ آؤ پوچھتے ہیں کہ آخر یہ کیا اور کیوں ہے؟

نونہالو! ایک زمانہ تھا کہ دیہات میں تو خاص طور پر حقّہ پیا جاتا تھا۔ جدھر سے گزر جاؤ گڑ گڑ کی آواز کانوں میں پڑ رہی ہے۔ چوپالوں میں بڑے بوڑھے جمع ہیں۔ آپس میں باتیں چل رہی ہیں اور حقّہ بھی چل رہا ہے۔ پرانے زمانے میں جوتا نہیں چلتا تھا اور نہ کلاشنکوف چلتی تھی۔ محبت کا چلن تھا۔ آرام تھا۔ سکون تھا۔ حقّے کی "نے" کبھی ایک کے ہاتھ میں ہے کبھی دوسرے کے منھ میں ہے۔ زیادہ لوگ ہوتے تو "نے" کو لمبا کرلیا جاتا۔ دس بارہ آدمی حقہ پیتے تھے۔

دیہات ہی کی بات نہیں ہے۔ پرانے زمانے میں شاہی محلوں میں بھی حقّے کا چلن تھا۔ یہاں قیمتی حقّے ہوتے تھے۔ سونے چاندی کے' اور حقّے کی "نے" بھی رنگ برنگی ہوتی تھی۔ ایک سے ایک خوب صورت!

نونہالو! حقّہ بھرنا بھی ایک آرٹ ہے۔ چلم کو پاک صاف ہونا چاہیے۔ چلم کے سوراخ پر ایک صحیح ناپ کی ٹکلی رکھی اور اس پر قوام (تمباکو) جمادیا۔ اوپر سے نہایت صحیح سائز کے انگارے بھر دیے۔ پھر سرپوش سے چلم کو ڈھک دیا۔ یہ حقّہ بھر گیا۔ چلم کو حقّے کی نال پر جمایا۔

دوسری نیچے کی نال حقے کے گول پیندے میں فٹ کردی۔ اب نال کو منہ میں لے کر زور دار کش لیا۔ تمباکو انگاروں سے جل کر دھواں بنا۔ یہ دھواں پانی سے گزر کر حقّے کی "نے" میں آگیا۔ کش لیا تو تمباکو کا دھواں منہ میں آگیا۔

جب تک بیڑی ایجاد نہ ہوئی حقہ ہی چلتا تھا۔ پھر بیڑی بنی۔ یعنی خاص قسم کے پتے میں اندر خشک تمباکو بھرا اور اسے تہہ کردیا' بیڑی تیار ہے۔ جب سگریٹ بنی تو اس نے بیڑی کی جگہ لے لی۔ پھر حقہ غائب ہوگیا۔ مگر بالکل نہیں۔ دیہاتوں میں اب بھی رواج ہے۔

"جناب' یہ حقّے کیوں رکھے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

دکان کے مالک نے ہنس کر کہا: "یہ حقّے تیار ہیں۔ لوگ لے جا رہے ہیں اور سگریٹ کے بجائے حقہ پی رہے ہیں۔ میں جناب کرایہ لیتا ہوں۔ بڑی محنت سے تیار کرتا ہوں۔"

"تمباکو لاہور سے منگواتے ہو یا ڈیرہ غازی خان سے؟"

میرے سوال پر دکان دار خوب ہنسا بولا: "یہ فن ہم بھی جانتے ہیں! بڑی محنت سے یہ قوام تیار کرتا ہوں۔ گڑ کے ساتھ شہد بھی شامل کرتا ہوں!"

لو بھئی نونہالو! ذرا دیکھنا یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا انسان اپنے جوتوں میں گھوڑے کے نعل لگوا رہے ہیں! نہیں جی' یہ تو جوتوں پر پالش ہو رہا ہے!

عرب دنیا میں آج بھی بوٹ پالش کرنے والے ہوتے ہیں۔ لوگ ایک خاص قسم کے اسٹول پر اپنے جوتے رکھ دیتے ہیں۔ کھڑے ہوجاتے ہیں۔ غریب بوٹ پالش کردیتا ہے۔ نونہالو! مجھے ہمیشہ یہ منظر بڑا خراب لگتا ہے۔ یہ ایک انسان کی توہین ہے۔ بھئی میں تو اپنے جوتے پر خود ہی پالش کرتا

ہوں۔ تم بھی اس کی عادت ڈالو۔

یورپ میں اب پالش مشین تیار ہوگئی ہیں۔ ایک خاص جگہ جوتے سمیت اپنا پیر داخل کیا۔ برش فوراً تیزی سے چلنا شروع ہوجاتا ہے۔ پالش ہوجاتا ہے!

اچھا ذرا اس ہال میں اندر جھانکتے ہیں۔ ارے یہاں تو سینکڑوں مرد عورتیں اور بچے میزوں پر بیٹھے ہیں۔ کباب سنک رہے ہیں۔ ہال دھوئیں سے بھرا ہوا ہے! قسم قسم کے کباب ہیں۔ خوش بو کی لپٹیں آرہی ہیں!

نونہالو! جلدی سے یہاں آؤ۔ دیکھو' درجنوں نونہال تھرک رہے ہیں! یہ عربی رقص ہے۔ لو بھئی کمال ہوگیا! بڑے مرد عورت بھی ناچ میں شریک ہوگئے۔ دف بج رہے ہیں۔ ڈھول کی تھاپ پر رقص ہورہا ہے!

"آیئے" حکیم صاحب! کھانا کھانے چل رہے ہیں"۔ محترم ڈاکٹر ناصرالدین اسد صاحب نے بلایا۔ آؤ ان کے ساتھ چلتے ہیں۔ لو بھئی' یہ بھی بہت بڑا ہال ہے۔ بڑی بڑی پتھر کی گول پہاڑیوں پر کھانے چنے ہوئے ہیں۔ آس پاس کباب سنک رہے ہیں۔ قسم قسم کے کباب۔

جناب حکیم صاحب! کہاں جارہے ہیں آپ؟ ہماری میز پر آجایئے۔ نونہالو! یہ شاعرِ مشرق حکیم الامت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے صاحب زادے جناب جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال ہیں۔ ان کے ساتھ سفیرِ پاکستان جناب محترم آفریدی صاحب ہیں۔ آؤ بچو! اسی میز پر ڈیرہ جماتے ہیں!

نونہالو! ڈاکٹر جاوید اقبال بڑے شان دار جج بھی رہے ہیں' سپریم کورٹ کے۔ نہایت عالم فاضل انسان ہیں۔ اردن میں فاؤنڈیشن کے یہ بھی

رکن ہیں۔ میں پہلے رکن بنا تھا۔ بعد میں ان کا انتخاب ہوا۔ ان کے آنے سے وقار میں اضافہ ہوا ہے۔

ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب نے فرمایا: اردن کا ایک عیسائی گھرانا ہے' جابر نام کا۔ یہ کان زمان اب اس کی ملکیت ہے۔ یہاں بڑی بڑی زمینات ہیں۔ یہی عیسائی خاندان ان کا مالک ہے اور بڑی دل چسپ بات یہ ہے کہ پاکستان کے عالی جناب محترم محمد اسلم خٹک صاحب کی ایک بیٹی محترمہ یاسمین کی شادی حیدر جابر سے ہوئی ہے۔ وہ یہاں قریب ہی ایک محل میں رہتے ہیں۔

بھئی یہ تو خوب انکشاف ہوا ہے۔ پاکستان کی ایک بیٹی محترمہ ثروت صاحبہ ہز رائل ہائی نس جناب محترم پرنس حسن بن طلال کی اہلیہ ہیں۔ پرنس ثروت جناب محترم اکرام اللہ اور محترمہ بیگم شائستہ اکرام اللہ کی بیٹی ہیں۔ آج معلوم ہوا کہ سرحد کے نہایت اعلا خاندان خٹک کی ایک بیٹی یاسمین بھی یہاں بیاہی ہیں۔

نونہالو! بیگم شائستہ اکرام اللہ پاکستان کی نہایت محترم خاتون ہیں۔ محترم اکرام اللہ صاحب کے انتقال کے بعد اب وہ کراچی میں تنہا ہیں۔ اگر وہ چاہتیں تو عمان میں آکر اپنی خوش قسمت بیٹی کے ساتھ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ رہ سکتی تھیں۔ مگر وہ نہایت خود دار خاتون ہیں۔ پوری خود داری کے ساتھ کلفٹن کے اپنے گھر میں تنہا رہتی ہیں۔ نفاست اور شرافت دیکھنی ہو تو بیگم شائستہ اکرام اللہ کو دیکھ لیں۔

محترمی جناب ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کا خیال تھا کہ پرانے زمانے

میں یہ عمارت غالباً اناج اسٹور کرنے کی جگہ تھی۔ نونہالو! میں تو جب سے تمہارے ساتھ یہاں آیا ہوں میرا ذہن تحقیق میں لگا ہوا تھا۔ جس جگہ ہماری میز لگی ہے اس کے پیچھے میں نے جو غور کیا تو عقدہ کھل گیا۔ راز پالیا۔ راز پالیا!

جناب حکیم صاحب کیا راز پالیا؟ کیا عقدہ کھلا؟ ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب نے پوچھا۔ میں نے کہا: جناب یہ جو ہمارے پیچھے چبوترا ہے ذرا اسے غور سے دیکھیے! لمبی ناند ہے! خاصی طویل ناند! یہ جگہ اصطبل رہا ہے کسی زمانے میں۔ یہ لمبی ناند گھوڑوں کے کھانے پینے کے لیے ہے!

ہاں، جناب حکیم صاحب! آپ کی "تشخیص" صحیح ہے! میں نے کہا جناب یہ تشخیص نہیں ہے تحقیق ہے!

آؤ نونہالو! ذرا اٹھ کر کھانا لے آئیں۔

"او مائی فرینڈ حکیم سعید! آہا۔ وہاٹ اے سرپرائز!" یہ کہہ کر ڈاکٹر ہشام نشابہ نے مجھے دبوچ لیا! پیار پر پیار! میرے دوست ڈاکٹر سامی خلف حمارنہ حیران! نونہالو! ان کو کیا معلوم کہ بیروت کا یہ میرا پرانا یار ہے!

نونہالو! امریکن یونی ورسٹی اوف بیروت کا شمار دنیا کی بڑی یونی ورسٹیوں میں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر ہشام نشابہ وہاں پروفیسر ہیں۔ وہ خود بھی بڑے دولت مند ہیں۔ "المقاصد" کے نام سے بیروت میں ان کا فاؤنڈیشن ہے۔ اس فاؤنڈیشن کے زیرِ اہتمام درجنوں تعلیمی ادارے قائم ہیں۔ جب بیروت تباہ نہیں ہوا تھا ڈاکٹر ہشام نشابہ سے یارانہ تھا۔ میں خود بیروت میں بہت رہا ہوں۔ وہاں یونی ورسٹی میں درجنوں میرے دوست رہے ہیں!

نونہالو! اپنے اس پرانے دوست سے مل کر بڑا دل خوش ہوا ہے! سبحان اللہ کیسا پیارا انسان ہے!

کھانا ختم ہوا۔ نونہالو! تم کو بکلاوا پسند آیا؟ یہ عربوں کی خاص مٹھائی ہے۔ اس کو کراچی ساتھ لے چلیں گے۔ ذرا یاد رکھنا۔ مگر یہاں ہم اسے کھانے میں کسر نہ چھوڑیں!

جناب محترم آفریدی صاحب سفیر پاکستان کا شکریہ کہ انھوں نے ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب اور مجھے ہوٹل رات ساڑھے گیارہ بجے پہنچادیا۔ شان دار بس سے آتے تو ۱۵ منٹ اور لگ جاتے!

ایک حادثہ پیش آگیا!

نونہالو! ایک نہایت دل دوز حادثہ پیش آگیا۔ یعنی میرا کیمرہ خراب ہوگیا۔ آج صبح سے اب تک ۲۰۔۲۵ فوٹو لیے تھے خاص خاص! مگر اب جو دیکھا تو اندر تو فلم اپنی جگہ کھڑی ہے! لاحول ولا قوۃ! اب کیا کروں۔ جناب سفیر صاحب نے اپنے سفارت خانے کے فرسٹ سکریٹری جناب محترم شوکت علی مقدم سے فرمایا کہ ذرا حکیم صاحب کا کیمرہ لے لیں۔ صبح ٹھیک کرادیں۔

جناب شوکت علی مقدم میرے پرانے جانم کار۔ وہ سندھ گورنر کے سکریٹری رہ چکے ہیں۔ جناب جسٹس قدیرالدین احمد صاحب جب گورنر سندھ تھے تو یہ ان کے سکریٹری تھے۔

رات بارہ بجے تک ان سے خوب باتیں ہوئیں۔

نونہالو! بہت دیر ہوگئی ہے۔ اب سوجانا چاہیے۔ کل کا اللہ مالک ہے۔ شاید تم کو کسی جگہ سیر کے لیے لے جانے کا موقع مل جائے۔ کان زمان کی سیر تو تم نے آج خوب کرلی ہے! شب بخیر!

تیسرا باب

۱۴ر جولائی ۱۹۹۳ء

عمان ــــ اردن

تہذیب و تمدن اسلامی۔ مستقبل

نونہالو! ادارہ البعث نے یقیناً کانفرنس کے لیے نہایت ضروری موضوع دیا ہے۔ تہذیب کیا ہے؟ تمدن کیا ہے؟ اسلام کا انداز فکر کیا ہے؟ اور مستقبل کیا ہے؟ عالم اسلام کو کیا کرنا چاہیے؟ تم جانتے ہو میرے عظیم نونہالو! اس وقت ساری دنیا میں انسان کا اخلاق خراب ہوا ہے۔(زوالِ اخلاق) اور آدمی کا کردار کم زور ہوا ہے۔(اضمحلالِ کردار) یہ حالت کسی ملک میں زیادہ ہے اور کسی ملک میں کم۔ کسی قوم میں حالات زیادہ خراب ہیں اور کوئی ملت کشمکش میں ہے۔ مشرق ہو کہ مغرب دونوں جگہ حال خراب ہے۔ اچھائی (خیر) اور برائی (شر) کی طاقتیں زور آزمائی کر رہی ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کل (مستقبل) میں کیا ہونے والا ہے۔ اخلاق کی خرابی اور کردار کی کم زوری نے زندگی کو مشکل بنا دیا ہے۔ انسان کو انسان کا دوست نہیں رہنے دیا ہے۔ آدمی کو آدمی سے لڑا دیا ہے۔ جب انسان دوسرے انسان کے دوست نہیں رہتے تو پھر ساری برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ قتل و غارت عام ہو جاتا

ہے۔ چوریاں ڈاکے آزادی سے ہونے لگتے ہیں۔ حکومتیں ایسے لوگ سنبھال لیتے ہیں جو اخلاق اور کردار کے خراب ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے ایک ملک دوسرے ملک سے لڑجاتا ہے۔ رہنماؤں کا مزاج خراب ہوجاتا ہے۔ اخلاق اور کردار سے محرومی رہنماؤں' لیڈروں کو ماردھاڑ کا عادی بنادیتی ہے۔

نونہالو! اس وقت ساری دنیا اسی حال میں ہے۔

مگر ابھی اچھے لوگ باقی ہیں۔ اردن میں انسان موجود ہیں۔ انھوں نے اچھے انسانوں کو عمان میں جمع کیا ہے۔ اب ہم سب بیٹھ کر غور کررہے ہیں کہ کیا کیا جائے۔ دنیا میں اچھا اخلاق کیسے پھیلایا جائے۔ کردار کی اچھائی کا سامان کیسے کیا جائے۔ نونہالو! نہایت سچی بات یہ ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا دین ہے' مذہب ہے جس نے انسان اور انسان کے مابین احترام اور محبت کا سبق دیا ہے۔ اسلام دنیا بھر میں اخلاق کی بلندی' کردار کی اچھائی اور صلح و آشتی اور محبت و احترام کی اعلا طاقتوں سے پھیلا ہے۔ اسلام میں بہت ہی پیارے اصول ہیں اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی ہمارے لیے' دنیا کے لیے ایک ایسا اعلا نمونہ ہے کہ دنیا میں کسی انسان نے ایسا اعلا اخلاق وکردار اور ایسی محبت و احترام کا نمونہ پیش نہیں کیا۔ اس لیے دنیا اللہ تعالٰی کے رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کا سب سے بڑا انسان تسلیم کرتی ہے۔

نونہالو! حادثہ یہ پیش آیا ہے اور بدقسمتی یہ ہوئی ہے کہ خود مسلمانوں نے اللہ تعالٰی کی کتاب یعنی قرآن حکیم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اعلا ترین سیرت کو فراموش کردیا ہے' بھلادیا ہے۔ اس لیے آج

دنیا بھر میں مسلمان سب سے زیادہ گھاٹے میں آگئے ہیں۔ ان کو سب سے زیادہ نقصانات پہنچ رہے ہیں۔ ہم یہاں اردن کے دارالحکومت عمان میں بیٹھے ان ہی حالات پر غور کررہے ہیں۔ آج صبح ساڑھے نو بجے سے رات ۱۱ بجے تک ہر طرح اسی پر غور اور فکر ہوتا رہا۔ کوشش یہ ہورہی ہے کہ ایک نسخۂ شفا یہاں تیار کردیا جائے تا کہ دنیا سے یہ بداخلاقی کا مرض ختم ہوجائے اور یہ دنیا امن چین کی دنیا بن جائے۔ میں بھی یہاں یہی کام کررہا ہوں۔ اب اللہ مالک ہے۔

نونہالو! اب میں نے تم کو بتادیا ہے کہ میں تین دن کے لیے یہاں کیوں آیا ہوں۔ آج میرے خیالات بھی پیش ہوئے۔ میں نے، جناب حکیم نعیم الدین زبیری صاحب نے اور جناب ڈاکٹر انصار زاہد خاں صاحب نے، ہم تینوں نے اسلام کی روشنی میں اپنے خیالات کو جمع کر کے آج اس عالمی کانفرنس میں پیش کردیا ہے۔ ہم نے پہلے تو اردو میں خیالات کو جمع کیا۔ پھر انگریزی میں ترجمہ کیا اور یہاں دوستوں نے عربی ترجمہ بھی تیار کردیا ہے۔ ڈاکٹر انصار زاہد خاں صاحب نے نہایت جامعیت کے ساتھ مقالہ پیش کردیا ہے۔ اتفاق ہے کہ اس جلسے کے صدر ہمدرد اسلامکس کی مجلس مشاورت کے رکن جناب ڈاکٹر ہشام نشابہ صاحب ہیں۔ ڈاکٹر نشابہ عالم ہیں اور وہ بھی بیروت میں نونہالوں کی تعلیم سے گہری دل چسپی رکھتے ہیں۔ انھوں نے کئی اسکول قائم کیے ہیں۔ ان کے فاؤنڈیشن کا نام "المقاصد" ہے۔ میں نے بیروت میں ان کے نیک کاموں کو دیکھا ہے۔ بار بار دیکھا ہے۔ آج میں نے ڈاکٹر نشابہ سے خوب باتیں کیں۔ پہلے تو ہم دونوں نے اپنی تسبیحیں بدلیں!

انھوں نے اپنی نہایت خوب صورت تسبیح مجھے دے دی۔ میرے ہاتھ میں بھی خوب صورت تسبیح تھی وہ میں نے ان کو دے دی۔ آج ہم دونوں تسبیح بدل بھائی بن گئے!

وجہ اور سبب تلاش کرنا چاہیے

ڈاکٹر ہشام نشابہ بھی میری طرح عالم اسلام کے حالات سے پریشان ہیں۔ اپنی رائے کے طور پر میں نے ان کو بتایا کہ عالم اسلام میں کم زوری فکر، نقاہتِ اخلاق اور اضمحلال کردار کی اصل وجہ تلاش کرنی چاہیے۔ اگر دنیا میں آبادی پانچ ہے تو ان پانچ میں ہم ایک ہیں۔ ہم ایک کو باقی چار کے ساتھ رہنے کا سلیقہ اختیار کرنا چاہیے۔

نونہالو! گزشتہ کم از کم ۲۵ سال ایسے گزرے ہیں کہ عالم اسلام نے مل کر اسلام اسلام کا زبردست شور مچایا ہے۔ اس شور میں ہجری صدی بدلتے وقت اور بھی شدت آگئی۔ زبردست شور مچایا گیا مگر حادثہ میرے نونہالو! یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن و اسلام کی تعلیم اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر کوئی عمل نہیں کیا ہے۔

نونہالو! مسلمانوں کے پاس سب سے بڑی طاقت اعلا اخلاق اور بلند کردار کی تھی۔ مسلمانوں کے دل میں محبت کی توانائی تھی۔ مسلمان کے ضمیر میں احترام کی شدت تھی۔ مگر مسلمان اس سے محروم ہوگیا۔ اس محرومی نے اسے اسلام اسلام کا شور مچانے پر اکسایا۔ عرب ہو یا عجم، ہر جگہ مسلمانوں نے اسلام کا شور برپا کیا۔ ہم ایک تھے۔ اب دنیا کے باقی چار نے اس شور پر غور کیا۔ یہ شور ان کے خلاف بھی تھا۔ مسلمان عیسائیوں اور یہودیوں کو برا

کہتے رہے اور شور مچاتے رہے۔ دوسرے سب مذہبوں کی برائیاں کرکے مسلمان خوش ہوتے رہے۔

اول تو قرآن حکیم اور اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ کسی دوسرے دین کو برا نہ کہو۔ دوسرے مذہب کی برائی نہ کرو۔ خود اپنا اخلاق و کردار بلند کرکے ان پر غالب آجاؤ۔ احترام اور محبت کرکے دوسروں کے دلوں کو فتح کرلو۔ مگر سارے مسلمانوں نے اسلام کے زریں اصول کو فراموش کرکے شور مچایا اور خود اسلام پر کوئی عمل نہیں کیا، بلکہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف سارے کام کیے۔ ان کا اپنا کردار اور اخلاق کم زور تھا۔

ایسے حالات میں دنیا کے باقی چار پریشان ہوگئے اور انھوں نے اپنی پوری طاقت سے جوابی حملے شروع کردیے۔ ان حملوں کا جواب دینے کے لیے اعلا اخلاق و کردار کی ضرورت تھی۔ جوابی یورش کا مداوا کرنے کے لیے محبت و احترام چاہیے تھا۔ تعلیماتِ قرآن اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ ہماری ڈھال ہونا چاہیے تھا۔

نونہالو! مسلمان اس سے محروم تھے۔ اس لیے چار نے جب ایک پر جوابی حملہ کیا تو کوئی مزاحمت نہ مدافعت۔ پورا عالم اسلام پسپا ہوگیا۔

میں نے ڈاکٹر ہشام نشابہ سے کہا کہ دنیا کے مسلمان کو اپنی اس کم زوری کا اعتراف کرنا چاہیے۔ ایسے بہت سے اسباب ہیں۔ ان کو تلاش کرنا چاہیے اور اپنی کوتاہیاں اور اپنی غلطیاں اور اپنی کم زوریاں معلوم اور تسلیم کرکے اب مدافعت کا سامان کرنا چاہیے۔

میرے عظیم نونہالو! میں نے تم کو عمان کانفرنس کا مقصد خوب سمجھادیا

ہے۔ اب تم آج سے فیصلہ کرو کہ اخلاق اور کردار کو بلند رکھو گے اور آپس میں محبت قائم کرو گے تو پھر آنے والا وقت تمہارا ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

آؤ اب میں تم کو بسمان محل لے چلتا ہوں

آج ہم سب صاحبان علم و حکمت کو "حضرت صاحب السمو الملکی الامیرالحسن ولی العہد المعظم" نے رات کے کھانے پر یاد فرمایا ہے۔ نونہالو! تم نے غور کیا کہ یہاں عمان میں علم اور عالم کی قدر کیسے ہو رہی ہے۔ یہاں ہر عالم شاہ اردن اور ولی عہد اردن کا مہمان ہے۔ ہر عالم کو سفر کا پورا ٹکٹ دیا گیا ہے۔ اعلا ترین ہوٹل میں اعلا ترین آسائشوں میں ٹھیرایا ہے اور ہر ہر عالم کو ہزارہا رپیہ جیب خرچ دیا ہے۔

آؤ' سامنے کھڑی ہوئی نہایت شان دار 'ایر کنڈیشنڈ کوچ میں بیٹھتے ہیں۔ یہ کوچ ہم کو بسمان محل لے چلے گی۔ ذرا بازاروں کی رونقیں تو دیکھیے! بڑے حسین و جمیل بازار ہیں۔ عمان سات پہاڑوں کے درمیان آباد ہے۔ ذرا دیکھو کہ پہاڑوں پر نیچے سے اوپر تک قمقمے ہی قمقمے کس طرح جھل مل کر رہے ہیں۔ چاروں طرف یہی منظر ہے۔

نونہالو! اردن ایک غریب ملک ہے۔ اردن کے بادشاہ بھی امیر نہیں ہیں۔ وہ عام انسانوں کی طرح رہتے ہیں۔ ولی عہد محترم کو خود میں نے دیکھا ہے کہ ہر مرکزِ علم پر بغیر اطلاع خود ہی پہنچ جاتے ہیں۔ سب سے ملتے جلتے ہیں۔

غریب ہے مگر اس کے باوجود عمان جیسا صاف پاک شہر شاید ہی کہیں اور ہو۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ اردن کا ہر انسان محبت و احترام کرنے والا

ہے۔ عمان شہر میں کوئی شور شرابا نہیں ہے۔ نہایت سکون کی زندگی ہے۔ میں تین دن سے یہاں ہوں۔ بڑا اطمینان ہے۔ خاموشی کا دور دورہ ہے۔ انسان آپس میں جب باتیں کرتے ہیں تو شور نہیں کرتے۔ آہستہ آہستہ بولتے ہیں۔ میں جب اپنے کمرے میں ہوتا ہوں تو مجھے خود اپنے سانس کی بھی آواز سنائی دیتی ہے۔

پاکستان کے ہر شہر میں شور مچانا ایک قومی مزاج بن گیا ہے۔ آدمی ہیں تو خواہ مخواہ زور زور سے بول رہے ہیں۔ اچھا اخلاق یہ ہے کہ آدمی ہلکی آواز میں بات کرے۔ شور سے خود اس کی اور دوسرے کی صحت خراب ہوتی ہے۔

کراچی شہر کا سب سے بڑا عذاب یہاں موٹر سائیکل رکشا ہیں۔ لاکھوں رکشاؤں کے زبردست شور نے کراچی کے شہریوں کے مزاج کو خراب اور ان کی صحت کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔

قانون موجود ہے مگر ہر موٹر ڈرائیور خواہ مخواہ ہارن بجا رہا ہے۔ ان ہارنوں کے شور نے انسان کا سکون تباہ کر دیا ہے۔

اب ایک نیا شور مسجدوں کے لاؤڈ اسپیکروں کا ہے۔ ایک ایک مسجد کے مینار پر نو نو لاؤڈ اسپیکر تو خود میں نے دیکھے ہیں۔ یہ ایک ایسا شور ہے جس کا نام "مسلمان کا حق" رکھا گیا ہے۔ اللہ ہی رحم کرنے والا ہے۔

نونہالو! شور کو کم سے کم کرنا چاہیے۔ تم یہ اچھی طرح جان لو کہ شور سے انسان کے اعصاب زخمی ہو جاتے ہیں۔ صحت خراب ہوتی ہے۔ شور کو کم کرنا اخلاقی فریضہ ہے۔

لیجیے، جناب ہم قصر بسمان پہنچ گئے ہیں۔ نہایت خوب صورت جگہ ہے۔ محل ہے مگر اس محل کی سادگی ہی اس کا حسن ہے۔ ایک نہایت سادہ بڑا ہال ہے جہاں دو تین سو انسان جمع ہوسکتے ہیں۔ کوئی شاہانہ جھاڑ فانوس نہیں ہیں۔ صاف ستھرے صوفے ہیں۔ سفید قالین ہے اور پرسکون ماحول ہے۔

ابھی ہم آپس میں باتیں کرہی رہے تھے کہ ہال کے ایک کونے میں میں نے دیکھا کہ چار مندوبین نماز کے لیے کھڑے ہوگئے۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ مغرب کا وقت گزرا جارہا ہے۔ میں نے بھاگ کر جماعت میں شرکت کرلی۔ ہمارے بعد دوسرے چند لوگ بھی نماز پڑھنے اسی جگہ آگئے۔

لو میاں نونہالو! ہمارے محترم و مکرم میزبان ہز رائل ہائی نس کراؤن پرنس حسن بن طلال تشریف لے آئے ہیں۔ وہ ایک ایک عالم سے گلے مل کر ملاقات فرمارہے ہیں۔ ان کے ساتھ اب ہم کھانے کے ہال میں آگئے ہیں۔ یہاں نہایت خوب صورت میزیں آراستہ ہیں۔ سب میزیں ایک ہی قسم کی۔ ساری کرسیاں ایک ہی نمونے کی۔ نونہالو! تم نے غور سے دیکھ لیا، اردن کے ہونے والے بادشاہ کی میز کرسی بھی وہی ہے جو سب کی ہے۔ کوئی نئی بات اس میز پر نہیں ہے۔

میرا احترام

میرے عظیم نونہالو! آج مجھے یہ احترام ملا ہے کہ میں میزبان عالی مرتبت شہزادہ حسن ولی عہد سلطنت ہاشمیہ کے ساتھ بٹھایا گیا ہوں۔ اسی میز پر میرے دوست سابق وزیرِ اعلا تعلیم اردن جناب محترم ناصرالدین اسد بھی

ہیں۔ اس میز پر الجیریا کے سابق وزیر تعلیم بھی ہیں اور پانچ اور عالم ساتھ ہیں۔

کھانے کی میز پر دل چسپ باتیں ہوئیں۔ کراؤن پرنس ہمیشہ کی طرح آج بھی خوش و خرّم ہیں۔ وہ جس محفل میں پہنچ جائیں وہ محفل خوشیوں سے چمک اٹھتی ہے۔ کراؤں پرنس کا قہقہ خبر دیتا ہے کہ علم دوست اور عالم دوست شخصیت ان کے درمیان آگئی ہے۔ آج یہ ہوا کہ جناب محترم ناصرالدین اسد صاحب نے مدینتہ الحکمت کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد انھوں نے ہمدرد صنعت دواسازی کا بھی ذکر کیا۔ نباتات اور طب العرب کا ذکر آیا۔ ابھی وہ بیان کر ہی رہے تھے کہ شہزادہ معظم نے فقرہ چست کیا:

ناصرالدین اسد صاحب! آپ نے ان دواؤں سے کتنا فائدہ اٹھایا!

اس فقرے پر شہزادہ نے بھی ایک قہقہہ لگایا' بلکہ میز کے ہر شریک طعام نے زور دار قہقہے لگائے۔

نونہالو! نہایت سادہ' نہایت اچھا' نہایت ذائقہ دار کھانا ہے۔ انواع اقسام ضرور ہیں مگر نہایت توازن کے ساتھ۔ کھانا ختم ہوا اور شہزادہ معظم نے خود اٹھ کر مائک سنبھال لیا' اور نہایت سنجیدگی کے ساتھ نہایت متانت کے ساتھ اور نہایت احتیاط کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔

ایک عالم کا احترام

نونہالو! غور کرو شہزادہ معظم تقریر کر رہے ہیں کہ ایک نہایت معمر پروفیسر زرقا صاحب لکڑی سنبھالے اٹھ کر دوسری میز پر جانے لگے۔ شہزادہ معظم نے ان کو پہچان لیا۔ خود آگے بڑھ کر استاد معظم کو اپنے ساتھ لیا اور

ان کو اپنی کرسی پر بٹھادیا۔ اور پھر نہایت عالمانہ تقریر شروع کردی۔

اپنی تقریر کے شروع میں انھوں نے ترکی کے پروفیسر ڈاکٹر احسان دوغرامانچی صاحب اور پاکستان کے جناب ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال صاحب کو بھی نام لے کر ان کو خوش آمدید کہا۔ یہ بھی عالم کا احترام و اکرام ہے۔

نونہالو! تم غور سے سن رہے ہو نا۔ کیسی عالمانہ تقریر ہے! ماشاء اللہ۔ تقریر کا سارا خلاصہ یہ ہے کہ علم کا احترام کرو۔ عالم کا احترام کرو۔ محبت کرو۔ بھائی چارہ اور امن قائم کرو۔ اسلام کی تعلیمات کو سمجھو اور ان پر عمل کرو۔ عمل ہی فتح کا عنوان ہو سکتا ہے۔ بے عمل انسان کوئی کارنامہ انجام نہیں دے سکتا۔

تقریر ختم ہوئی۔ اس کے بعد شائی (چائے) کا دور چلا۔ اور پھر عالی مرتبت ولی عہد محترم نے اپنے ایک ایک مہمان کو گلے مل کر اور پیار کر کے رخصت کیا۔ نونہالو! کیسا شاندار منظر ہے! سبحان اللہ۔

آؤ، اب ہوٹل چلتے ہیں۔ رات کے گیارہ بج گئے ہیں۔ تم بھی سو جاؤ۔ شب بخیر!

چوتھا باب

۱۵ر جولائی ۱۹۹۳ء

عمان ۔ اُردن

صفائی ستھرائی

میرے عظیم نونہالو! یقیناً عمان بہت بڑا شہر نہیں ہے مگر یہ چھوٹا شہر بھی نہیں ہے! بہت سے نام ور خوب صورت شہروں میں یہ ایک خوب صورت شہر ہے۔ غریب شاہ کا امیر شہر! ہر مکان آج کے زمانے کے جدید سامان سے مرصّع ہے۔ ترتیب سے آباد ہوا اور سلیقے سے بستا چلا جارہا ہے۔ شہر کے اندر بعض عمارتیں تو حیرت انگیز طور پر حسین و جمیل ہیں۔ ان کو دیکھ کر دل خوش ہوتا ہے۔ عمان کو ذہین ماہرانِ تعمیر میسر ہیں۔ یہ تو سب کچھ ہے مگر ایک نہایت خاص بات جو میں تم کو بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ عمان نہایت صاف ستھرا شہر ہے۔ کیا مجال کہ سڑکوں' گلیوں وغیرہ میں کوئی ایک کاغذ کا پرزہ بھی پڑا ہوا مل جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جب اپنی وحی نازل کرنی شروع کی تو سب سے پہلی وحی تھی : اقرا: پڑھو۔ دوسری وحی تھی:

صفائی ستھرائی کا خیال رکھو۔

نونہالو! اب تم غور کرلو کہ تم کو کیا کرنا چاہیے۔ کرنا یہ چاہیے کہ خوب دل لگاکر پڑھو۔ تم کو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ تم صفائی ستھرائی کا ہمیشہ خیال رکھو۔ یعنی

☆ اپنے جسم کو صاف رکھو۔ منھ تمھارا پاک صاف رہنا چاہیے۔ بال بکھرے نہ ہوں۔

☆ اپنے کپڑے بالکل صاف رکھو۔ اپنے کپڑے خود دھوڈالنے کی عادت ڈالو۔

☆ تم جس گھر میں رہتے ہو اسے صاف ستھرا رکھو۔ گندگی نہ پھیلاؤ۔

☆ تم جس اسکول میں پڑھتے ہو وہاں ہر طرف اور ہر جگہ صفائی ستھرائی رکھنی چاہیے۔

☆ کاغذ' پتے' چھلکے وغیرہ ادھر ادھر پھینک دینا بری بات ہے۔

☆ تم بس میں جارہے ہو یا موٹر کار میں' اس سے باہر سڑک پر کوڑا کاغذ' چھلکے وغیرہ پھینک دینا برائی ہے۔

☆ ادھر ادھر جہاں دل چاہیے تھوک دینا بری بات ہے۔

نونہالو! عمان شہر کے سارے نونہال یہ سب باتیں جانتے ہیں۔ وہ صفائی ستھرائی کا پورا خیال رکھتے ہیں۔ کل جو نونہال تھے آج وہ نوجوان ہیں۔ کل جو نوجوان تھے آج وہ بڑے ہیں۔ ان سب کو صفائی ستھرائی کا بڑا خیال ہے اور صفائی ان کا مزاج بن گیا ہے۔

اگر تم آج میری بات مان لو اور صفائی ستھرائی کا فیصلہ کرلو تو تم اپنے ہر ماحول کو پاک صاف رکھنا پسند کرو گے۔ تم اپنے صاف شہر پر فخر کرو گے۔ پھر دوسرے لوگ جو آئیں گے وہ تمہارے شہر کی تعریف اسی طرح کریں گے جس طرح میں آج عمان کی تعریف کر رہا ہوں۔

آؤ تم کو آج کی تازہ خبر سناتا ہوں

ایک تھی خاتون عمان کی۔ دولت مند کی دخترِ نیک اختر۔ ایک تھا سعودی جوان۔ خوب دولت مند۔ ان دونوں کی شادی ہوئی۔ بڑے چاؤ سے اور بڑے پیار سے۔ اس شادی کا دعوت نامہ تیار ہوا۔ سونے کے پتر پر چاندی سے لکھائی ہوئی۔ تم جانتے ہو کہ سونا کتنا مہنگا ہے۔ کوئی ساڑھے چار ہزار رُپے کا بھاؤ ہے۔ سونے کا ایک پتہ اس سے کم قیمت کا کیا ہوگا! پھر چاندی سے لکھائی۔ کم از کم ایک دعوت نامہ پانچ ہزار رپے کا پڑا ہوگا۔ پھر سینکڑوں یہ دعوت نامے جاری ہوئے ہوں گے۔ "جورڈن ٹائمز" کی اسی خبر میں یہ بھی ہے کہ دلہن کا جوڑا سونے کے تاروں سے بنا ہوا تھا۔ نہ جانے یہ کتنے لاکھ کا جوڑا ہوگا۔ پھر شادی کے موقع پر موسیقار (گانے والے) کے گانے سے خوش ہو کر دولھا میاں نے اپنی لاکھوں کی گھڑی کلائی سے اتار کر موسیقار کو عطا کردی۔ یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔

ہمارے پاکستان کے شہر کراچی میں ایک "دلہن" کے ہاں دلہن کے لیے کوئی ایک کروڑ رُپے کا کرتا تیار ہوا تھا۔ ہیرے ٹانکے گئے تھے۔ ہاں یاد آیا کراچی ہی میں ایک شادی میں میں نے جہیز دیکھا۔ درجنوں سونے، موتیوں اور جواہرات کے زیور (سیٹ) تھے اور ہاں جہیز میں دودھ دینے والی بھینس بھی

دی گئی اور اس بھینس کو بھی اوپر سے نیچے تک زیور پہنایا گیا تھا!

نونہالو! یہ میں پاکستان کی بات کر رہا ہوں۔ جو قوم فضول خرچیوں پر کمر باندھ لے وہ زندہ نہیں رہا کرتی۔ اس کا حلیہ بگڑ جاتا ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ کراچی میں شادیوں کا کیا حال ہے۔ روزانہ کروڑوں رُپے خرچ ہو رہے ہیں۔ روزانہ کوئی دو ڈھائی کروڑ رُپے کا کھانا جھوٹا اور خراب ہوتا ہے۔

یہ اُس ملک کے چلن ہیں جس کے چار کروڑ سے زیادہ نونہال اسکول نہیں جا رہے ہیں اور تعلیم سے محروم ہیں۔ یہ میرے اور تمہارے پاکستان کا حال ہے جہاں آج اسی لاکھ نونہال گھروں، کارخانوں میں مزدوریاں کر رہے ہیں۔ ان کو تعلیم میسر نہیں ہے۔

ایسی عیاش اور فضول خرچ قوم ہمیشہ برباد ہوا کرتی ہے۔ تم ہی ذرا غور کرو کہ پاکستان آج برباد ہو گیا ہے یا نہیں! یہاں کون سی بربادی ہے جو نہیں ہے! اگر حالات فوراً درست نہ ہوئے تو کل پاکستان محتاج ہو جائے گا۔

کانفرنس کا آخری جلسہ

نونہالو! آج ہماری عالمی کانفرنس کا اختتامی جلسہ ہوا ہے۔ یہ جلسہ شاہی محل میں ہوا ہے۔ ہز رائل ہائی نس کراؤن پرنس حسن معظم نے اس کی صدارت فرمائی۔ اس سے کانفرنس کا وقار بلند ہوا ہے۔ گزشتہ دو دن اور آج صبح جو بھی غور اور فکر ہوا ہے اس کا خلاصہ ایک کمیٹی نے تیار کیا ہے۔ مگر میری رائے میں اس کا حق ادا نہیں ہوا ہے۔ ہر چند کہ مقالات کا بہ حیثیت مجموعی مرتبۂ علمی بہت زیادہ بلند نہیں رہا اس کے باوجود تمام مقالات میں قابلِ ذکر اور قابلِ فکر نکتے ضرور موجود ہیں۔ نہایت احتیاط کے ساتھ مقالات کا

گہرا مطالعہ کرکے نکات کو تلاش کرکے ایک اعلانِ اردن مرتب کرنا چاہیے اور عمل کے لیے نکات کی روشنی میں راہوں کا تعین کرنا چاہیے۔ میں نے نہایت خاموشی کے ساتھ جناب محترم ناصرالدین اسد کو یہ بات بتادی ہے۔ اگر اس بات کو زور سے کہا جاتا تو یہ کانفرنس اختلاف کا عنوان بن جاتی اور کانفرنس کو اس سے نقصان پہنچتا۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ ایک اچھا "ورکنگ پیپر" (ڈیکلریشن۔ اعلامیہ) تیار کرلیا جائے گا۔

آج کے جلسے کی خاص خاص باتیں

☆ جناب محترم شہزادہ حسن بن طلال نے عربی، انگریزی اور فرانسیسی تینوں زبانوں میں تقریر کی۔ فرانس کے مشہور مستشرق پروفیسر گاؤدری صاحب بھی شریک ہیں۔ ان کے خیال سے فرانسیسی زبان میں شہزادہ صاحب محترم نے تقریر کی۔

☆ انھوں نے نہایت صائب مشورہ دیا ہے کہ ہمیں علم و حکمت کے ہر میدان میں محنت اور محبت کے ساتھ امتیازی مرتبہ عالمی حاصل کرنا چاہیے۔ اس کے لیے علم اور عالم کی قدر کرنی ہوگی۔

☆ مسلمان مفکرین کی کتابوں کے تراجم کا سامان ہونا چاہیے۔

☆ عالمِ اسلام میں میدانِ علم و حکمت میں تعاون باہمی کی فضا کو استوار کرنا چاہیے۔

☆ اعلا تعلیم کی مقصدیت پر پوری توجہ کرنی چاہیے۔

ہزرائل ہائی نس کا مرتبۂ اخلاق

جلسہ تشکر و امتنان اور اللہ حافظ پر ختم ہوا۔ ہز رائل ہائی نس سب مندوبین کے درمیان آگئے۔ سب سے باتیں کیں۔ ہاتھ ملائے۔ گلے ملے۔ محل کی طویل و عریض سیڑھیوں پر مندوبین کے ساتھ ایک گروپ فوٹو تیار ہوا۔ اس کے بعد شہزادہ صاحب نے ایک ایک مہمان، کو رخصت کیا۔ آج پھر مجھے ہیڈ رہائی ٹیبل پر محترم شہزادے صاحب کے ساتھ جگہ دی گئی۔ آخر میں انھوں نے مجھے پوری محبت کے ساتھ اپنے قریب کرلیا اور پھر جب تک ہماری کوچ روانہ نہ ہوئی وہ کوچ کے پاس کھڑے رہے۔

انٹرنیشنل نونہال ہیلتھ کانفرنس

نونہالو! اس عالمی نونہال کانفرنس کی بڑی خوب صورت رپورٹ شائع ہوگئی ہے۔ میں نے ایک رپورٹ ہز رائل ہائی نس کو خود دے دی ہے۔ اس کو میرے سامنے انھوں نے غور سے دیکھا۔ فرمایا: میری اہلیہ کو ضرور اس سے دل چسپی ہوگی۔

ان دنوں عمان میں بوسنیا کے بچے آئے ہوئے ہیں۔ عالی مرتبت شہنشاہ معظم حسن بن طلال کے بڑے صاحبزادے ان بچوں کی دیکھ بھال کررہے ہیں۔ آج کے اخبار میں اس دل چسپی کی ایک تصویر شائع ہوئی ہے۔

ہائے پیارے بوسنیا کے پیارے نونہال! بے چارے سخت مصیبت میں ہیں! نونہالو! امریکا، یورپ اور روس سب نے مل کر یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ بوسنیا کو صفحۂ زمین سے بالکل مٹادیا جائے گا۔ دنیائے اسلام بے حس، بے غیرت اور بے آواز ہوچکی ہے۔ اس لیے آج بوسنیا صفحۂ ہستی سے مٹ

جائے گا۔ وہاں ایک نونہال زندہ نہیں رہے گا۔ افسوس ہے کہ بوسنیا کی محترمہ سفیر نے میرا مشورہ نہیں مانا اور پاکستان کے چھے ہزار خاندانوں کی محبت کا ادراک اور احساس نہیں کیا۔ کم از کم یہ چھے ہزار نونہال تو پاکستان کے چھے ہزار خاندانوں میں زندہ رہ جاتے۔

نونہالو! پاکستان کی چھے ہزار ماؤں نے میری صدا پر لبیک کہا تھا اور چھے ہزار سے زیادہ بچے گود لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ میں نے محترمہ ساجدہ سلاجک (سفیر بوسنیا) کو چھے ہزار پتے دے دیے۔ میں نے عالی مرتبت صدر پاکستان کو بھی آگاہ کردیا اور ان کو بھی پتے دے دیے۔ مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ کوئی حالات کا جائزہ نہیں لے رہا ہے۔ میں کہتا رہا ہوں اور آج پھر کہتا ہوں کہ امریکا، روس اور سارا یورپ بوسنیا میں ہر زندگی کو تلف کردینے کا فیصلہ کرچکے ہیں اور وہ اس پر عمل کر کے رہیں گے۔

ڈاکٹر سعد ابودیہ

نونہالو! عمان میں میرے ایک دوست ڈاکٹر سعد ابودیہ ہیں۔ ان دنوں عمان سائنس سنٹر میں استاد ہیں۔ میں یہ سنٹر دیکھ چکا ہوں۔ یقیناً یہ ایک نہایت نفیس مرکزِ تحقیقات سائنسی ہے۔ اس مرکز سے شہزادہ حسن گہری دل چسپی رکھتے ہیں۔ اردن جیسے غریب ملک میں یہ شاندار مرکزِ سائنس حیرت انگیز بھی ہے اور قابلِ قدر بھی۔ نونہالو! جب میں یہ کہتا ہوں کہ دنیائے عرب میں اردن یونی ورسٹی سب سے زیادہ باوقار یونی ورسٹی ہے جہاں ہر طالب علم طالب علم ہے تو بعض دوست ناخوش ہوتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اردن یونی ورسٹی کے ۷۔۸ ہزار طلبہ میں جو ذوقِ تعلیم ہے وہ کم از کم پاکستان میں تو

بالکل موجود نہیں ہے، عرب یونی ورسٹیوں میں اس سے کم ہی ہے۔ تعلیم کے ذوق و شوق سے محرومی نے ان ممالک کو عزت و شرف سے محروم کررکھا ہے۔

میرے عظیم نونہالو!

تم آج ہی سے غور کرنا شروع کردو۔ آج ہی سے فیصلہ کرلو کہ تم تعلیم اور اعلا تعلیم حاصل کرکے پاکستان کے علمی مرتبے کو عظمت دو گے اور رفعت۔ اب معاملہ تمھارے ہاتھ میں ہے۔ تم کو بالکل صحیح فیصلہ کرنا چاہیے۔ اگر تم نے علم کا ذوق و شوق ترک کردیا تو پاکستان کل کم زور تر اور ناتواں تر ہوجائے گا۔ تعلیم کے بغیر پاکستان مسلسل کم زور ہوتا چلا جارہا ہے۔

میرے ایک دوست ڈاکٹر سعد ابودیہ کا مکان سائنس مرکز سے قریب ہی ہے۔ میں نے ایک گھنٹہ آج ڈاکٹر ابودیہ کے گھر میں گزارا۔ ان کے بچوں سے ملا۔ ڈاکٹر ابودیہ کی اہلیہ پرسوں ہوٹل میں آئی تھیں۔ اور یہ دونوں میاں بیوی بکلاوا کے دو بڑے ڈبے دے گئے تھے۔ ان کی اہلیہ وزارت اعلا تعلیم میں کام کرتی ہیں۔

آؤ نونہالو! اب میرے ساتھ عبداللہ مسجد چلو!

ذرا غور سے دیکھو، یہ وہی مسجد ہے جو ہوٹل ریجنسی کے کمرہ ۱۶۰۳ (سولھویں منزل) سے صاف دکھائی دے رہی ہے۔ اب ہم اس کے سامنے کھڑے ہیں۔ سبحان اللہ کیا دل فریب منظر ہے! یہ مسجد ملک عبداللہ بن حسین ہے۔

آؤ، ذرا اندر چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کیا محض ایک نماز پڑھنے کی

جگہ ہے یا یہاں مسجد میں اور بھی سرگرمیوں کے مراکز ہیں۔ نونہالو! ہم نے پاکستان میں مسجد کو حد درجہ محدود کردیا ہے۔ یہ بڑی زیادتی ہے کہ نماز ادا کی اور مسجد کو تالا لگادیا۔ اب یہاں کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ مسجد ہرگز محدود چیز نہیں ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سارے کام سرانجام دیا کرتے تھے۔ دوسرے ممالک کے سفیر یہاں مسجد ہی میں اسناد سفارت پیش کرتے تھے اور ان کا قیام بھی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوتا تھا حال آں کہ وہ عیسائی بھی ہوتے تھے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم معاشرتی مسائل پر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تشریف فرما ہوکر توجہ فرماتے تھے اور ملک و ملت کے بڑے بڑے فیصلے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی ہوا کرتے تھے۔ پانچوں وقت نماز بھی ہوتی تھی اور دین اور دنیا کے سارے کام بھی ہوتے تھے۔

ہم نے اپنی مسجدوں کو چھوٹی موٹی بنادیا ہے۔ اول تو مسجدیں فرقوں میں بٹی ہوئی ہیں۔ یہ ہی خلافِ اسلام ہے۔ سب مسلمان ہیں اور ہر مسجد ہر مسلمان کے لیے ہے۔ پاکستان میں دیوبندی مسجدیں الگ ہیں' بریلوی مسجدیں جدا۔ وغیرہ۔ یہ سب اسلام کے خلاف ہے۔ یہ سب تعلیماتِ اسلام اور سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ یہ گناہ ہے۔ مگر پاکستان میں یہ گناہ ہورہا ہے۔ پھر یہ کہ مسجدوں میں نماز پڑھو اور باہر نکل جاؤ۔ یہ بھی غلط ہے۔ مسجد کو تو سماجی مراکز ہونا چاہیے۔ یہاں تعلیم و تدریس کا انتظام ہونا چاہیے۔ یہاں شفاخانہ ہونا چاہیے۔ یہاں لائبریری ہونی چاہیے۔ یہاں مذاکرات ہونے چاہییں۔

نونہالو! میں نے ہمدرد پبلک اسکول میں زیرِ تعمیر مسجد ابو حسین کے لیے یہ فیصلہ کردیا ہے کہ اس کے طویل و عریض کوریڈوروں میں لائبریری قائم کی جائے گی اور طلبہ یہاں ادب و احترام سے بیٹھ کر مطالعہ کریں گے۔ میں نے "نونہال لائبریری" کی الگ عمارت نہ بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔

آؤ اندر چلتے ہیں۔ سبحان اللہ صحنِ مسجد میں کس قدر خوب صورت محرابیں ہیں۔ ان محرابوں پر پوری سورۃ رحمان تحریر ہے۔ ذرا دیکھنا کہ کس قدر بڑا گنبد ہے! اندر چلتے ہیں۔ اوہو' یہ تو مسجد کا مرکزی حصہ ہے۔ اس میں تین ہزار نمازی نماز ادا کرسکتے ہیں! سبحان اللہ' کس قدر حسن و جمال ہے۔

اچھا یہ ایک چھوٹا گنبد ہے۔ اس کے اندر کیا ہے؟ یہ شاہ حسین معظم کی مجلسِ مشاورت کا مرکز ہے۔ دوسرے گنبد کو خواتین کے لیے مخصوص کردیا ہے۔ وہ یہاں نماز ادا کرتی ہیں۔

آؤ نونہالو! اب ذرا مسجد کے تہہ خانے (زیرِ زمین منزل) میں چلتے ہیں۔ واللہ کمال ہوگیا۔ یہ تو ایک بھرپور کانفرنس سنٹر ہے! پانچ سو آدمیوں کا آڈیٹوریم ہے۔

میں پیچھے رہ گیا!

نونہالو! مدینتہ الحکمت میں مدینہ مسجد کا نقشہ میں نے پاکستان کے نہایت مشہور آرکی ٹیکٹ جناب محترم نیر دادا' صاحب (لاہور) سے تیار کرایا ہے۔ میں نے اس میں نیچے کی منزل میں بین الاقوامی کانفرنس سنٹر رکھا ہے۔ میرا خیال تھا کہ میں اس میدان میں پہل کروں گا۔ مگر عالی مرتبت شہنشاہ حسین صاحب نے تو پہل کردی!

آؤ نونہالو! ذرا اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ اب میں تم کو مسجد ملک عبداللہ بن حسین کے بارے میں پوری تفصیل بتانا چاہتا ہوں کہ کیسے اس کا خیال آیا۔ کیسے بنی اور کن کن مراحل سے گزری۔

مسجد ملک عبداللہ بن حسین شہید اپنے طرزِ تعمیر کی بنا پر ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ یہ مسجد اردن کی ہاشمی مملکت کے پایہ تخت عمان میں خاص کر اس غرض سے تعمیر کی گئی ہے کہ اسے ہمہ گیر اسلامی ثقافتی مرکز کی حیثیت حاصل رہے۔

اس مسجد کی تعمیر ایک وقف کردہ قطعہ زمین پر ہوئی ہے۔ یہ وقف ملک عبداللہ حسین شہید کی یادگار قائم کرنے کی غرض سے قائم کیا گیا تھا۔ وزارتِ اوقاف و امور اسلامی و آثار اسلامی کی جانب سے اس قطعۂ زمین سے متصل مزید زمین منصوبے میں شامل کر کے اسے ۱۸ ہزار مربع میٹر تک وسیع کیا۔

تعمیرِ مسجد کے دو مراحل

(ا) پہلا مرحلہ : مسجد کا اساسی ڈھانچہ ہے جس میں منصوبے میں شامل تمام ضروریات کا احاطہ کیا گیا۔ تعمیر کا یہ مرحلہ تین سال اور سات ماہ میں مکمل ہوا۔ اس مرحلے کی ابتدا ۱۵ ر جون ۱۹۸۲ء مطابق ۲۳ شعبان ۱۴۰۲ ہجری کو ہوئی جب کہ اس کی تکمیل ۶ ر جنوری ۱۹۸۶ء مطابق ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۰۶ ہجری میں ہوئی۔ اس مرحلے کے دوران مسجد کے تقریباً تمام اساسی حصے مثلاً قبہ، کتب خانہ، دارالقرآن، مقصورہ شاہی، اذان کے لیے مخصوص منبر، امامِ مسجد اور موذن کی قیام گاہیں، مرکزی سماعت گاہ (آڈیٹوریم) دو چھوٹے کانفرنس

ہال، استقبالیہ ہال، مرکز کے دفاتر کی جگہیں، خواتین کے لیے نماز گاہ، گاڑیاں پارک کرنے کی جگہ اور ان تمام سے متعلق حصوں کی تعمیر شامل ہے۔

(۲) دوسرا مرحلہ: تعمیر کی ذمہ دار وزارت نے اس دوسرے مرحلے کے لیے ریاستی سطح پر تعمیری مقابلے کا اعلان کیا۔ مقابلے میں شامل تعمیری ڈیزائنوں اور دیگر متعلقہ امور کی جانچ کے لیے مختلف کمیٹیاں مقرر کی گئیں۔ جس میں مجموعی طور پر ۲۰ سے زیادہ ماہر انجینئر شریک کیے گئے۔ ان کمیٹیوں کی سربراہی محترم وزیرِ اوقاف ڈاکٹر عبدالعزیز الخیاط نے فرمائی اور وزارت کے متعدد ذمہ داروں نے ان کمیٹیوں کے سو سے زائد اجلاسوں میں شرکت کی۔ اس طرح جو تعمیری تجاویز منظور ہوئیں ان کے مطابق عمل کی ابتدا وزارت نے بلا تاخیر شروع کرنے کے انتظامات کیے۔ بہت تھوڑے عرصے میں مسجد کے قبے کی اندرونی سطح پر ایک انتہائی خوب صورت چوبی قبہ لگایا گیا تا کہ آواز کی گونج پیدا نہ ہو۔

دوسرے مرحلے میں مسجد کے مختلف حصوں کی تزئین، روشنی کا انتظام، کانفرنس ہال کی تعمیر مسجد کی اندرونی آرائش، منبر کی تنصیب، مسجد کے فرش کی تعمیر وغیرہ شامل ہیں۔ ان تمام کاموں میں عرب اور اسلامی فنی روایات کو نمایاں طور پر جگہ دی گئی۔ اذان نشر کرنے کے لیے ایک خوب صورت منبر اور اس کے ساتھ ایک قبہ بنایا گیا۔ مسجد کے تمام حصوں میں اس امر کا اہتمام کیا گیا ہے کہ یہاں ہونے والی کسی بھی مصروفیت، اجتماع، جلسے وغیرہ کی ٹیلی وژن کے لیے تصویر کشی کسی بھی وقت کوئی مزید اہتمام کیے بغیر کی جاسکے۔ اس غرض کے لیے روشنی کا خاص انتظام ساری مسجد میں موجود

ہے۔ تصویر کشی کے لیے خاص الیکٹرونک آلات نصب کیے گئے ہیں جو فاصلے سے بھی معیاری تصویر کشی کرسکتے ہیں۔ یہ امر خاص طور پر لائقِ ذکر ہے کہ اس مرحلے کی تکمیل منصوبہ بندی کے عین مطابق اور مقررہ وقت یعنی چہار شنبہ ۲۸ شعبان (۵ ر اپریل ۱۹۸۹) کو ہوگئی۔ دوسرے مرحلے پر مجموعی طور پر ڈھائی ملیون اردنی دینار خرچ ہوئے۔

مسجد کے مختلف حصوں کی پیمائش

مسجد کا اندرونی حصہ ایک ہزار چھے سو پندرہ مربع میٹر پر مشتمل ہے۔ جو تین ہزار نمازیوں کے لیے کافی ہے۔ یہ حصہ ہشت پہلو ہے جس کے اطراف پتھر کی دیواریں ہیں اور کوئی ستون نہیں ہے۔ مسجد کی چھت پر قبہ تعمیر کیا گیا ہے۔ جس کا قطر ۳۵ میٹر اور اونچائی ۳۱ میٹر ہے۔

گنبد کی تعمیر اس طرح ہوئی ہے کہ اندر سے یہ آٹھ ستاروں کی شکل کا دکھائی دیتا ہے۔ قبے کا قاعدہ ایک مدور پل کی شکل کا ہے' اس کے اور بیرونی دیوار کے درمیان واقع چھت کی خصوصی ڈیزائن سے آرائش کی گئی ہے جو انتہائی خوب صورت اسلامی فنِ تعمیر کا نمونہ ہے۔

اندرونِ مسجد کی تزئین و آرائش کا مرکزی خیال قرآن مجید کی آیت "اللہ نور السماوات والارض" سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ مسجد ہی دراصل وہ مقام ہے جہاں آسمان کا نور زمین سے ملتا ہے اس مرکزی خیال کے مطابق مسجد کی قبہ نما چھت کو آسمان سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس لیے مسجد کے قبے کا رنگ نیلگوں (فیروزی) رکھا گیا اور اس قبے کے وسط میں روشنی کا ایسا انتظام کیا گیا ہے کہ یہ ساری مسجد کے لیے مرکزی روشنی رہے۔ روشنی کا یہ

مرکز ایک سنہری ستارے کی شکل میں ہے جس سے سنہری شعاعیں خطوط کی شکل میں نکل رہی ہیں اور ان میں سے ایک ایک شعاع اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک تک پہنچتی ہے۔ یہ اسمائے حسنیٰ مسجد کے قبے کی گردن پر تحریر کیے گئے ہیں۔ مسجد کا فرش جس پر سرخ رنگ کا قالین بچھایا گیا ہے زمین سے عبارت ہے۔ اس قالین پر انتہائی خوب صورتی سے ایسے خطوط بنائے گئے ہیں جو سمتِ قبلہ کو ظاہر کرتے ہیں۔

روشنی کا ایک بہت خوب صورت فانوس قبے کے بالکل وسط میں ہے۔ یہ تین حلقوں پر مشتمل ہے جن میں سے پہلے حلقے کا قطر ۲۱ میٹر دوسرے کا ۱۳ میٹر اور تیسرے کا سات میٹر ہے۔ مجموعی طور پر ان تینوں حلقوں سے ۲۶۸ قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں۔ فانوس کے ہر ہر حلقے پر آیت کریمہ "اللہ نور السماوات والارض" خوب صورتی کے ساتھ تحریر کی گئی ہے اور ہر قندیل پر اللہ تعالیٰ کا نام تحریر ہے۔ مسجد کی دیواروں پر لکڑی اور مصنوعی سنگِ مرمر کا خوب صورت کام بنایا گیا ہے۔ قالین، مسجد کی دیواریں، سمتِ قبلہ کی دیوار اور منبر و محراب دلکش اسلامی فنِ تعمیر سے مزین کیے گئے ہیں۔

مسجد کی ساری اندرونی سطح کو انتہائی مہارت اور اعلا تکنیک کے ذریعہ سے آواز کی گونج سے محفوظ بنایا گیا ہے اور اس کے لیے انتہائی دقیق صوتیاتی اصولوں کو کام میں لایا گیا ہے۔

برآمدے

برآمدوں کے ساتھ کھُلے حصوں کی مجموعی پیمائش دو ہزار پینتالیس مربع میٹر اور چھت والے حصے کی پیمائش ایک ہزار مربع میٹر ہے۔ برآمدوں

کی اندرونی تزئین سورہ رحمان کی آیات سے کی گئی ہے جب کہ ان کی بیرونی سمت میں قرآنِ حکیم کی دیگر آیات تحریر کی گئی ہیں۔ مسجد کا یہ حصہ ۶ ہزار نمازیوں کے لیے کافی ہے۔ مسجد کے تمام کھلے حصوں میں سنگِ مرمر کے ہشت پہلو ٹائلوں کا فرش اس طرح تعمیر کیا گیا ہے کہ ان ٹائلوں سے بننے والے خطوط قبلے کی سمت کی نشان دہی کرتے ہیں۔

مرکزی کانفرنس ہال

اس ہال میں چار سو نشستوں کی گنجائش ہے اور یہاں ایر کنڈیشنگ ، مختلف زبانوں میں بیک وقت ترجمے، تصویر کشی، دارالمباحثہ، کانفرنس کی کارروائی براہ راست نشر کرنے کے لیے ٹیلی وژن اور اس کے لیے حسبِ ضرورت حسبِ موقع روشنی کی فراہمی کا معیاری انتظام موجود ہے۔ اس مرکزی ہال کے ساتھ دو مزید ہال تعمیر کیے گئے ہیں جن میں سے ہر ایک میں ایک ایک سو آدمیوں کے بیٹھنے کی گنجائش ہے۔ ان دونوں ہال کمروں میں بھی مذکورہ بالا تمام انتظامات موجود ہیں۔

کتب خانہ

اس مرکز کے ساتھ ایک پبلک لائبریری بھی قائم کی گئی ہے۔ کتب خانے کی عمارت کی پیمائش چار سو مربع میٹر ہے۔ کتب خانے کی عمارت بھی ایر کنڈیشنڈ ہے اور اس میں تمام ضروری سہولتیں مہیا کی گئی ہیں۔

مقصورۂ شاہی

اس حصے کی پیمائش ڈھائی سو مربع میٹر ہے اور اسے اسلامی طرز کے مخصوص نقش و نگار سے مزین کیا گیا ہے۔ اس کی چھت بھی قبہ نما ہے جہاں

روایتی طرز کا پیتل کا بنا ہوا فانوس آویزاں ہے۔

خواتین کے لیے نماز گاہ

اس نماز گاہ کی پیمائش ۳ سو مربع میٹر ہے جو پانچ سو خواتین کے لیے کافی ہے۔

رہائشی اپارٹمنٹس

یہ تین اپارٹ منٹ ہیں جن کی مجموعی پیمائش تقریباً پانچ سو مربع میٹر ہے۔

کارپارکنگ کی جگہ

آٹھ ہزار چار سو پچاس مربع میٹر پر مشتمل پارکنگ کی عمارت تین منزلوں پر مشتمل ہے اور اس میں دو سو پچاس گاڑیاں کھڑی کی جاسکتی ہیں۔

استقبالیہ

ایک سو اسی مربع میٹر پر مشتمل ہے۔

مرکز کے ادارتی دفاتر

یہ دوسو مربع میٹر پر تعمیر کیے گئے ہیں۔

ان کے علاوہ مختلف ضروریات کے لیے نو سو مربع میٹر گنجائش کے مسقف ہال تعمیر کیے گئے ہیں اور آٹھ سو مربع میٹر پر مشتمل ایک عمارت تدریس القرآن کے لیے تعمیر کی گئی ہے۔

مسجد کے مسقف حصے کی مجموعی پیمائش سولہ ہزار سات سو پچاس مربع میٹر ہے۔ اس میں سے پانچ ہزار پانچ سو مربع میٹر سے زائد جگہ نماز کے لیے مخصوص کی گئی ہے جہاں کم و بیش دس ہزار مرد اور خواتین نماز ادا کرسکتے

ہیں۔

ایک خاص بات یہ ہے کہ تعمیر میں زیادہ تر مقامی مواد استعمال کیا گیا ہے اس طرح منصوبہ بندی اور تعمیر کے کام کی انجام دہی اور نگرانی بھی زیادہ تر مقامی ماہرین اور کاریگروں کے ہاتھوں مکمل ہوئی ہے۔ جہاں ضرورت ہوئی کوشش کی گئی کہ صرف پڑوسی عرب ملکوں سے افرادی قوت کام میں لائی جائے، مثلاً مصر، شام، مراکش وغیرہ۔

تعمیرِ مسجد کے دونوں مرحلوں کی تکمیل کی ذمہ داری ۲۳ مقامی کمپنیوں نے سنبھالی۔ اردن کی وزارتِ اوقاف اس دوران سارے امور کی نگراں رہی جس کی وجہ سے اخراجات میں کفایت رہی اور تعمیر کے تمام کاموں میں ہم آہنگی برقرار رہی۔ نیز تعمیر کی تکمیل اندازے کے عین مطابق عمل میں آئی۔

تیسرا مرحلہ

وزارتِ اوقاف نے اس مرکز کے اطراف کی اراضی کی ملکیت اس غرض سے حاصل کرلی ہے کہ یہاں اس مرکز سے متعلق مستقبل کے بعض منصوبوں کی تکمیل آسانی سے ہوسکے۔ مستقبل کے اس مرحلے کی ضروری تفاصیل طے کرلی گئی ہیں۔ یہ مرحلہ حسبِ ذیل پر مشتمل ہوگا۔

۱۔ اسلامی ثقافتی مرکز برائے نونہال

۲۔ مختلف نوعیت کے کاموں کے لیے ایک وسیع ہال

۳۔ مشرقی طرز کا ایک بازار

آؤ نونہالو! ذرا عمان میں کتابوں کی سب سے بڑی دکان بھی دیکھ لیں۔ تم نے دیکھا کہ یہاں لاکھوں کتابیں ہیں۔ بڑی خوب صورت جگہ ہے۔ دل چاہتا ہے کہ بیت الحکمت کے لیے ساری کتابیں خرید لوں!

اب ہوائی میدان چلتے ہیں

آؤ ذرا میزبان محترم جناب ڈاکٹر ناصرالدین اسد صاحب سے ان کے دفتر میں ملاقات کرلیں اور ان کی اعلا ترین میزبانی کا شکریہ ادا کریں۔ واقعی ہمیشہ سے زیادہ اس بار ڈاکٹر اسد صاحب نے میرے آرام کا خیال رکھا ہے۔ حد سے زیادہ مجھے احترام دیا ہے۔ ذرا تم ادب سے ان کے سامنے بیٹھنا۔ وہ عالم ہیں۔ فاضل ہیں۔ استاد ہیں۔ سابق وزیرِ تعلیم ہیں۔

ان کی خدمت میں ہمدرد کی کتابوں کا تحفہ پیش کردیا ہے اور ان کی اہلیہ محترمہ کے لیے نہایت نفیس بنارسی اسٹول دے دیا ہے۔

اچھا ذرا دیکھنا' سامنے جناب محترم فاروق جرار صاحب کھڑے ہیں۔ یہ نہایت منتظم انسان ہیں۔ خلوص و انس کے پیکر ہیں۔ آؤ ان سے بھی رخصت ہولیں۔ ایک بنارسی اسٹول ان کو بھی ہدیہ کرنا چاہیے!

آؤ ذرا لابی میں چلتے ہیں۔ وہاں بہت سے دوست کھڑے ہیں۔ ان سے رخصت ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر مہدی محقق صاحب ہیں۔ ایران میں ان کا مرتبہ نہایت بلند ہے۔ میں ان کا ۳۰ سال سے دوست ہوں۔

آؤ اندر ہال میں چلیں۔ ارے یہاں تو ڈاکٹر مقبول احمد (انڈیا) ڈاکٹر سامی خلف حمارنہ (اردن) جناب ڈاکٹر ہشام نشابہ (بیروت) ڈاکٹر ایم صادق

صاحب (بنگلہ دیش) وغیرہ بہت سے دوست ہیں! آؤ ان سب سے اللہ حافظ کہتے ہیں۔

ہوائی میدان جانے کے لیے یہ وی آئی پی کار ہے۔ دو افسران ہیں۔ میں اور میرے رفیق جناب ڈاکٹر انصار زاہد خاں صاحب' ہم دونوں کار میں سوار ہوئے اور ہوائی میدان پر سلوٹوں سے گزرتے ہوئے وی آئی پی لاؤنج میں آگئے اور پھر یہاں سے عالیہ ائرلائنز (جورڈن) میں سوار ہو کر رات تین بجے دوبئی پہنچ گئے۔

دوبئی کا ہوائی میدان

آؤ نونہالو! ذرا ایک سیر اس ہوائی میدان کی بھی ہو جائے۔ بہت بڑا ہوائی میدان ہے۔ ہم یہاں صبح کوئی تین بجے اترے ہیں۔ پانچ بجے تک دو گھنٹے میں پچاس ساٹھ جہاز تو یہاں اترے ہیں اور اڑے ہیں۔ ہر تین چار منٹ بعد ایک جہاز! بڑی حیرت ہوئی کہ آج دوبئی دنیا کے مصروف ترین ہوائی میدانوں میں ہے۔ واقعی انتظامات نہایت شان دار ہیں۔ مسافروں کے لیے بہترین آسائشیں مہیا ہیں۔ ہر چیز میسر ہے۔ ذرا یہاں کا شاپنگ سنٹر تو دیکھو! کیا بہار آئی ہوئی ہے۔ دنیا کا ہر قسم کا مسافر یہاں آتا ہے اور خالی ہاتھ نہیں جاتا۔ ضرور کچھ نہ کچھ خریداری کرتا ہے۔ اس بازار میں دنیا کی ہر چیز مل جاتی ہے!

نونہالو! یہ دو موٹریں کیسی ہیں!

نہایت شان دار دو لمبی لمبی موٹر کاریں کھڑی ہیں۔ انہیں کون خریدے گا! تحقیق پر معلوم ہوا کہ ان موٹروں کے لیے لاٹری ٹکٹ ملتے ہیں۔ ایک

ٹکٹ ایک سو امریکی ڈالر کا ہے۔ جب مقررہ تعداد میں ٹکٹ فروخت ہوجاتے ہیں اور رقم جمع ہوجاتی ہے تو پھر دوبئی کی کسی نہایت موقر شخصیت کو دعوت دی جاتی ہے - وہ قرعہ نکالتے ہیں۔ جس کا نام نکل آتا ہے ایک موٹر کار اسے دے دی جاتی ہے۔

نونہالو! میرا دل چاہا کہ ایک سو ڈالر کا ٹکٹ خرید لوں۔ مگر دوسرے ہی لمحے خیال آیا کہ لاٹری اسلام میں حرام ہے۔ میں نے فوراً اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔ آخر کیوں میرے دل میں یہ شیطانی خیال آیا۔

اتنے میں اذان ہوگئی

فجر کی اذان ہوئی۔ میں نے وضو کرلیا۔ جناب محترم ڈاکٹر انصار زاہد خاں صاحب کو ساتھ لیا۔ کمرۂ نماز میں پہنچ گیا۔ دو سنتیں ادا کیں اور پھر جماعت کا منتظر رہا۔ کافی نمازی تھے۔ سب نے فرمایا: آپ نماز پڑھائیے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں امام بھی بنادیا۔

نونہالو! اب ہم دوبئی سے کراچی تک پاکستان انٹرنیشنل ائرلائنز سے سفر کریں گے۔ اللہ مالک ہے۔ عالیہ ائرلائنز کا شمار نہایت اچھی ائر لائنز میں ہوتا ہے۔ مگر جو جہاز ہمیں عمان سے دوبئی لایا ہے وہ حد درجہ تنگ تھا۔ نہایت تکلیف میں سفر گزرا۔ کھانا زیادہ اچھا نہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ پی آئی اے میں کیا پیش آتا ہے!

آٹھ بجے صبح تک ہم نے انتظار کیا۔ اس اثنا میں ڈیڑھ سو جہاز اتر چڑھ چکے تھے۔ اب پاکستان ائر کی باری آئی۔ ہم اس میں سوار ہوئے۔ دل خوش ہوا کہ اب ہم اپنی ائرلائن میں ہیں۔ ناشتہ آیا۔ میں نے دیکھا کہ پوری

کی دبازت کا ایک مُسا مُسا آملیٹ تھا۔ اور نہ جانے کیا تھا۔ بھوکا تو میں بھی تھا مگر کھانا دیکھ کر طبیعت آمادہ نہ ہوئی۔ بے رغبتی کا کھانا مجھے پسند نہیں۔ میں نے یہ ناشتہ نہیں کیا۔

میزبان خاتون اور ایک میزبان مرد اتنے بڑے جمبو جہاز کے لیے یہ دو ہی خدمت کر رہے تھے۔ ناشتہ دینا آسان نہ تھا۔ مگر داد دیتا ہوں کہ ان دونوں نے کس قدر محنت سے سب کام کردیا۔ ایسی صورت میں مزاج کا بگڑ جانا قدرتی ہے۔ چنانچہ خاتون محترم نے جب امیگریشن کارڈ تقسیم کیے تو میرا کارڈ بھی ڈاکٹر انصار زاہد خاں صاحب کی گود میں پھینک کر چلی گئیں۔

فلائٹ آرام دہ تھی۔ خیریت سے کراچی اتر گئے۔

پیارا ملک۔ پیارا گھر!

ان شخصیات کے اسمائے گرامی جن کا ذکر اس سفرنامے میں ہے

نونہالوں کے لیے

حکیم محمد سعید کا نیا سفرنامہ

سعید سیّاح ڈھاکا میں

جب بنگلہ دیش مشرقی پاکستان تھا۔ ہمدرد کی خدمات کا اعتراف ... حکیم محمد سعید کا ڈھاکا میں والہانہ استقبال۔ مختلف انداز میں لوگوں کی محبت کا اظہار۔ صدر بنگلہ دیش نے بنگلہ دیش کا نشان پیش کیا۔ ہمدرد کے لیے شونار گاؤں میں دس ایکڑ رقبے پر ہمدرد اسٹیٹ کے قیام کا منصوبہ۔

قیمت : ۲۵ روپے

جاگو جگاؤ

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان	ہمدرد کتابستان
ناظم آباد نمبر ۳ کراچی ۷۴۶۰۰	شاہراہ لیاقت بالمقابل مسجد آرام باغ

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی